سِجن

ازقلم:آمنہ عمیم

باب دوم

(جملوں کے دانت نہیں ہوتے ،مگر یہ کاٹ لیتے ہیں)

(اشفاق احمد)

ہم ہیں وہ دستِ سیاہ پوش کہ جن کو

شوخ رنگوں کی تمنا میں فقط خاک ملی

رات کی سیاہی اپنے اندر بہت سے راز لیے خاموشی سے غروب ہوتی نیے دن کے آغاز کی نوید دیتے اپنی سنہری روشنی زمیں پر بکھیرتی معمول کی چہل پہل بڑھا رہی تھی ۔آسلام آباد کے پوش علاقے میں

موجود گھر کے باہر دیوار پر پھیلی بوگن ویلیاں اور گھر کے دونوں جانب قطار میں لگے مختلف پودے گھر والوں کی نفاست اور شوق کا منہ بولتا ثبوت تھا ۔ گھر بہت بڑا نہیں تھا پر اس کی کو جس نفاست سے سنوارا گیا تھا خوبصورت لگتا تھا ۔ گیٹ سے داخل ہوتے مین دروازے تک پورچ کے دونوں جانب گملوں میں لگے مختلف پودے گھر کی خوبصورتی کو بڑھا رہے تھے ۔

گھر میں داخل ہوتے صبح کی چہل پہل محسوس کی جا سکتی تھی ۔ لاونج کے درمیان میں پڑے صوفے ایک جانب بنا اوپن کیچن اور اس کے سامنے پڑا ڈاینگ ٹیبل ، لاونج کے درمیان سے گزرتی سڑھیوں سے تیزی سے نیچے آتا وجود جلدی میں لگتا تھا ، فرشی شلوار کے اوپر پہنی شورٹ شرٹ اور شیفون کے ڈوبٹے کو گلے میں لپٹے شولڈر کٹ بال اور بینگز کو ماتھے سے ہٹایے سایڈ پر پنز کی مدد سے باندھ رکھے تھے ۔ ایک کندھے پر لٹکا ٹوٹ بیگ تیزی سے نیچے آتے لاونج میں پڑے صوفے کی جانب اچھلا تھا ۔

امی جلدی کھانا دیں اگر آج لیٹ ہو گی تو زوا پکا اوپر پہنچا دے گی ۔ تیزی سے بولتی ڈاینگ پر بیٹھے بغیر لسی کا گلاس منہ سے لگایا تھا

ہاں تو کون کہتا ہے پوری رات موبایل میں گھسے رہو اور صبح اٹھتے ساتھ ایسی افراتفری مچا دو ۔۔کچن سے اتی تیز اواز پر اوزگل نے منہ بنا یا تھا

بتا دیں ابھی بھی وقت ھے ہم دونوں میں سے کون سوتیلا ھے، سربراہی کرسی پر بیٹھے میر آفان کے کان میں گھستے رازداری سے پوچھا تھا

بیوی سوتیلی ہو نہیں سکتی تو آخر میں آپ ای بچتی ہیں اس سے آگے کیا کہ سکتا ہوں ۔۔ اسی کے انداز میں کہتے اوزگل کی سکڑتی ناک پر مسکراہٹ چھپای تھی سفید ڈاڑھی پر لگا نظر کا چشمہ گندمی رنگت پر روشن چہرہ تین جوان بچوں کے ہوتے ہوے بھی وہ ڈیشنگ لگتے تھے ۔

کیا ھے یا ر اب نہیں کھلتی آنکھ اس میں میرا کیا قصور ہے ۔۔بیچارگی سے کہتے کچن سے نکلتی عورت کو دیکھتے لہجہ کچھ اور افسردہ کیا تھا

اپا یار یہ میرا پڑٹھا تھا ۔۔ اوزگل کے دکھوں کو نظر انداز کرتے ٹیبل پر بیٹھے اٹھارہ سالہ لڑکے نے احتجاج کیا تھا جس کا آدھا پڑاٹھا اوزگل چٹ کر چکی تھی ۔

کیا عالی اب ہم دونوں بہن بھایوں میں میرا تیرا ہوا کرے گا ۔۔ آنکھوں کو قدرے پھیلا کر عالیان کی پلیٹ سے ایک اور لقما توڑنے کی کوشش کی تھی جو پلٹ بر وقت پیچھے کیے ناکام بنای گی تھی

بلکل جب اپ سارا کچھ چٹ کر جایں گی تو تیرا میرا ای ہو گا ۔ باقی بچے پڑاٹھے کا رول بنا یے عالیان تیزی سے کرسی سے اٹھا تھا کوی بھروسہ نہیں تھا اوزگل وہ بھی ہرپ کر جاتی ،اوذگل آنکھیں پھاڑے صدمے سے عالیان کو دیکھ رہی تھی جو صوفے پر بیٹھا سوکس چڑھا رہا تھا ۔صدمہ کچھ اور طویل ہوتا جو اپنے ہونٹوں کے سامنے ہوا میں معلق میر افان کا ہاتھ نا نظر آتا ۔

چہرے پر نرم تاثرات لیے روٹی کا لقمہ اس کی طرف بڑھا رکھا تھا ۔ آنکھوں میں چمک لیے بڑی تیزی سے لقمہ منہ میں ڈالے عالیان کو زبان چڑھائی تھیں ۔

ہاں اب اسے ہسپتال کے لئے لیٹ نہیں ہو رہا ہو گا یہی میں کہ دوں کے کچن سمیٹ کر جانا تو ایسا شور مچائے گی الامان ۔ دونوں باپ بیٹی کو گھورتے اوذگل کو گھرکا تھا۔

یار میں آپ کے سارے کام کر بھی دوں نا تو آپ مجھ سے خوش نہیں ہوں گی ،تو جب خوش نہیں ہو گی تو محنت بھی کیوں کی جائے ۔

تیزی سے کہتی ڈاینگ ایریا سے لاونج کی طرف بھاگی تھی اس قدر گل افشانی پر ماں جوتیوں سے نا نواز دیتی۔

تم میرے ہاتھ سے ضایع ہو جاؤ گی اوذگل غصے سے اوذگل کے ڈھیٹ پن پر دانت پیسے تھے۔

ڈھرام کے ساتھ سینٹرل ٹیبل پر گرتیں کتابیں اور اس کے سامنے دونوں ہاتھ کمر پر باندھے کھڑا لڑکا آنکھوں میں قہر لئے اوذگل کو گھور رہا تھا۔عالیان کا ہم عمر عالیار، تھے تو دونوں ٹونز پر شکلیں ایک دوسرے سے بہت مختلف تھیں ۔

ہائے او ربا عالیار کے بچے میری کتابیں ۔ اوذگل جو لاونج میں لگے شیشے کے سامنے بال سیٹ کر رہی تھی تیزی سے کتابوں کی طرف بڑھی تھی

ہاں تو جب سب کو اپنا اپنا کیبن دیا ھے آپ میرے کیبن میں کس خوشی میں گھستی ہیں۔

تو میری کتابیں زیادہ ھیں ۔۔ مجھے زیادہ کیبنز کی ضرورت ھے اسی کے انداز میں ہاتھ کمر پر ٹکائے اپنی حرکت کی جسٹیفکشن دی تھی ۔

عالیار اوز، کیا طریقہ ھے یہ۔ میر افان کی آواز پر دونوں کا رخ اپنی جانب ہوتا دیکھ چہرہ کچھ سنجیدہ بنایا

ابا پوچھے آپا کو جب بوک شیلف پر سب کو ایک حصہ د یا گیا ھے تو یہ ہر بار میری کتابیں الماری میں گھسا کر اپنی کتابیں سجالیتی ہیں۔

ہاں تو میری کتابیں زیادہ ہیں مسئلہ کیا ھے اس میں ۔

ڈھیٹ پن اوذگل پر ختم تھا

عالیان بے زاری سے دروازے میں کھڑا جنگ کے ختم ہونے کے انتظار میں تھا ۔ وہ عالیار اور اوذگل کی نسبت کم گو اور سمجھدار تھا ۔

، بس اوذگل کل تک آپ کے کمرے میں ایک ریک بنوا دوں گا آپ اپنی کتابیں وہاں شفٹ کر لیں

یا ہو ابا یو آر دا بیسٹ ان کے گلے میں بانہیں ڈالے گال پر بوسہ دیتے وہ بیگ اٹھائے باہر کی طرف بھاگی تھی ۔

That's not fair!

آپ ہر بار یہی کرتے ہیں اپا کی سائیڈ لیتے ہیں ۔ آنکھوں میں خفگی لیے باپ کو دیکھا تھا۔

یار سائیڈ تھوڑی لی ھے وہ بس بحث کرتی رہتی تو میں نے بس تمہاری جان خلاصی کروائی ھے گر بڑاتے لہجے میں کہتے عالیار کو وضاحت دی تھی ۔ پر وہ بیگ کندھے پر لٹکائے غصے سے گھر سے جا چکا تھا۔

عالیان نے گہری سانس لیتے ماں کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا

فکر نہ کریں میں لنچ کروا دوں گا ، ماں کے چہرے پر پھیلی پریشانی دیکھتے انہے تسلی دی

آپ اسے بگاڑ رہےہیں میر! بچوں کے جانے کے بعد گھر میں پھیلی خاموشی کو توڑتے خفگی سے انہیں دیکھا تھا

یار آپ خام خاہ پریشان ہوتی ہیں نہیں بگڑتی ،بس آپ کو تنگ کرنے کے لیے کرتی ھے یہ سب ۔ ٹیبل سے برتن سمیٹتے مصروف سے انداز میں جواب دیا تھا

پر دوسری طرف سے خاموشی پا کر گردن موڑے انہیں دیکھا تھا جو کسی گہری سوچ کے زیر اثر غیر مرئی نقطے پر نظر جمائے کھڑی تھی ۔

مہر کیا پریشان کر رہا ہے آپ کو، دوبارہ وہی خواب دیکھا ھے۔

پلیٹز کو ٹیبل پر رکھتے ان کا ہاتھ تھامے پاس پری کرسی پر بٹھایا تھا

پوچھنے کی دیر تھی مہر کے چہرے سے پھسلتے آنسوں پر انہوں نے بے بسی سے مہر کو دیکھا تھا۔

وہ صرف خواب ھے یار آپ کو یاد ھے ڈاکٹرز نے کہا تھا اس کا کوئی مصرف نہیں ھے ۔ آپ بس پریشان ہو جاتیں ھیں ۔

میں جانتی ہو میر وہ خواب ھے بس خواب ، پر ہر بار ایک ای حصہ ، ایک ای اذیت دس سالوں سے لگتار نظر آتا خواب اتنا سا حصہ ہی کیوں ، بے چینی سے بولتے گلا رندھ گیا تھا ۔

اور یہ سٹارٹ کب ھوا تھا مہر ، جب اوذگل غلطی سے سٹور روم میں بند ہو گئی تھی ، اور اس کی طبیعت خراب ہو گئی تھی، اس کے بعد سے اپ کو یہ سب نظر آنا شروع ہوا ھے۔ سنجیدگی سے کہتے ان کے ہاتھوں کو نرمی سے سہلایا تھا۔

اب وہ ٹھیک ھے بلکل ٹھیک،اور یہ محض ایک خواب جس کی حقیقت نہں ہے۔

میں مان لیتی ہوں میں اس حادثے کی قید میں ہوں ،یہ بھی مان لیتی ہوں وہ بات میرے ذہن سے نہیں نکل رہی،یہ بھی مان لیا خواب میں نظر آتے منظر اس ایک یاد کا حصہ ہیں

،پر وہ خواب ہر بار اتنا ہی کیوں، ایک حصہ ہی نظر کیوں آتا ھے

آپ کو پتا ھے وہ تہ خانہ اتنا گہرہ ھے ،اندھیرے میں ڈوبا ہوا، اور زنجیروں سے بندھی اوذگل اور اس کی سسکیاں ، خوف سے بولتے آنسوں طواطر سے چہرے پر بہ رہے تھے۔

وہ خواب اتنا حقیقی لگتا ھے کے میرا دل بند ہو جا تا ھے اوذگل کی سسکیاں اس تہ خانے کا اندھیرا ،وہ سب بہت خوفناک ھے میر۔

ہاتھ ان کے ہاتھوں سے نکالتے بے بسی سے ان کی طرف دیکھا تھا

تو آپ اپنے خواب کا خود تجزیہ کریں کوئی سر پیر ہے ہی نہیں ۔ہاتھوں کی پشت سے مہر کا چہرہ صاف کرتے ہاتھوں کو پھر اپنے ہاتھ میں تھما تھا۔

اور بالفرض کوئی حقیقت ھے بھی تو ہم دعا کے علاؤہ کچھ نہیں کر سکتے ۔

ہماری پیدائش سے بھی پہلے بہت پہلے ہمارا مقدر لکھ دیا گیا ھے مہر اس کو کوئی نہیں بدل سکتا ۔ ہاں دعا کر سکتیں ہیں آپ کرتی رہا کریں ماں باپ کی اولاد کے حق میں کی گی دعائیں رد نہیں ہوتیں ۔

ہاتھوں کو نرمی سے چُومتے تسلی دی تھی

اب کیا میں یونیورسٹی جا سکتا ہوں اگر آپ کی اجازت ہو تو

ان کی طرف جھکتے لہجے میں سنجیدگی سمو تے شرافت کا مظاہرہ کیا تھا

جائیں میں نے کب روکا ھے ان کو گھورتے کرسی پیچھے کھسکائ تھی۔ جا رہا ہو پر اب آپ اس بارے میں نہیں سوچیں گی سر کو تھپکتے تنبیہ کی تھی۔

وہ محض سر ہلا سکیں تھی ، پر دل کا کیا کرتیں

کیا سچ میں خوابوں کی حقیقت نھیں ہوتی ؟ کوئی وجود نہیں ہوتا ؟ کیا یہ واقع کسی یاد کی قید میں نظر آتے مناظر تھے۔ اور تقدیر تو لکھ دی گئی ھے بہت پہلے سالوں پہلے شاید جب کسی کا وجود بھی نھیں تھاتو کیا خواب اس سالوں پہلے لکھی گی تقدیر کا عکس تھے ؟؟

ردِ وحشت کے لیے میں نے جلاۓ لیکن ---

اتنی خاموش ہے آتش کے دھواں گونجتا ہے--

تجھ کو شکوہ ہے تیرا نام میرے لب پر نہیں

کان سینے سے لگا دیکھ یہاں گونجتا ہے ۔

صفوان کہاں ہو خاموش گھر میں گونجتی آواز میں واضح جنجھلاہٹ تھی -- لمبا قد بیضوی چہرے پر تیکھے نقوش بھلے لگتے تھے ۔ چھوٹے سے لاونج سے گزرتے کچن سے اندر جھانکا تھا۔

ٹراوزر کے اوپر بلیک ہالف سلیو شرٹ ،پاوں میں کولا پوری چپل پہنے وہ سنک میں جھکا کچھ ٹھیک کر رہا تھا ۔

کب سے بلا رہی ہوں آواز تو دے دو --کچن سلیب سے ٹیک لگاتے سر کو تھوڑا گھما کر دیکھنے کی کوشش کی گیی تھی ۔

کیا کام تھا ؟ مصروف لہجہ

مجھے کوی کام نہیں تھا اورہان کب سے کالز کر رہا ہے کہ رہا تھا کچھ ارجنٹ ہے تمہیں کہوں کال اٹینڈ کرے۔

رکھ دو فارغ ہو کر کر لوں گا--

تم اسے اوایڈ کر رہے ہو صفوان ،وہ گھر بھی آیا تو تم اسے ملے ای نہیں -- آنکھیں چھوٹی کیے صفوان کی پشت پر جمای ،لہجہ مشکوک تھا۔

ہاں کر رہا ہوں اوایڈ مڑے بغیر اس کے شک کی تصدیق کی ۔ سنک کے کیبن میں گھسے آواز سے کچھ اندازہ لگانا مشکل تھا ۔

ویسے بھی صفوان احمد کے بارے میں رایے قایم کرنا مشکل تھا -- وہ شروع سے ای کم گو تھا پر پچھلے کچھ سالوں سے اس نے بولنا بلکل ای چھوڑ دیا تھا بہت ضروری سوال کا جواب ہاں میں اور بہت لمبی بات کو دو جملوں میں سمیٹ کر گویا احسان کیا جاتا تھا -

اور اویڈ کرنے کی خاص وجہ ؟

وہ جو ٹیپ سے لٹکتے پایپ کو کاٹنے کے لیے کچھ انچ لمبا فٹ نما کٹر اٹھا نے کے لیے جھکا تھا گردن موڑے بڑی سنجدگی سے صفا کو دیکھا تھا -

حیدر کو نا سننے کی کوی خاص وجہ ؟انہی ٹھندی نظروں سے صفا کو دیکھتے پوچھا تھا انداز سرسری تھا پر صفاکا متغیر ہوتا رنگ بتا رہا تھا سوال اتنا بھی سرسری نہیں تھا -اپنی جگہ پر بت بنے وہ صفوان کو دیکھتی رہی تھی جو اس کی موجودگی کو نظر انداز کیے تیزی سے پلاسٹک پایپ کو کاٹنے کی کوشش کر رہا تھا پر پایپ تھا کے الگ ہی نہیں ہو رہا تھا۔

صفوان یہ کر لو تو تیار ہو جاوء۔ کچن میں داخل ہوتا وجود بولتے ایک دم رکا تھا ۔صفا تم زرا سیدہ کے ساتھ مل کے مشین لگا لینا مشکل سے یہ لڑکا ہاتھ آیا ھے میں باہر کے کام بھی نمبٹا لوں ، سر پر لان کا پرنٹنڈ ڈوبتا اوڑھے مصروف انداز سے کہتے صفوان کی طرف بڑھی تھیں -

جو ماتھے پر بل ڈالے پایپ کو کاٹ رہا تھا شاید آری شارپ نہیں تھی جو پلاسٹک کا پایپ کاٹنے میں اتنا وقت لگا رہی تھی

آپ نے کہاں جانا ھے ،معذرت کے ساتھ میں کسی رشتے گھر کے گھر اپ کو نہیں لے کر جا رہا۔

نہیں جا رہی کسی کے گھر سودا لینا تھا بس اور عرصہ ہوا تمہارے ابا اور عنایہ کی قبر پر گیے لگے ہاتھوں قبرستان بھی ہو اوں گی --

آہہہہہہ۔ کٹر پر شاید زور زیادہ دیا گیا تھا ایک جھٹکے سے پایپ کو کاٹتا صفوان کی ہتھیلی کاٹ گیا تھا -

صفا اور امی تیزی سے صفوان کی طرف بڑھی تھی جو متغیر ہوتی رنگت لیے ہاتھوں سے نکلتے سرخ مادے پر نظریں جمایے کھڑا تھا -" عنایہ کی قبر " پھانس کی طرح کچھ اٹکا تھا سینے میں

کیا کرتے ہو آرام سے کرنا تھا ---صفا غصے سے بولتی تیزی سے اس کا ہاتھ سپرٹ سے صاف کر رہی تھی

بلکل ٹھیک ھے کچھ نہیں ہوا -

صفا کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچتے تیزی سے منظر سے غایب ہوا تھا۔

حد ھے پٹی تو کروا لو صفوان ۔ صفیہ بیگم کی آواز کو نظر انداز کرتا وہ سڑھیاں چڑھتا گیا تھا۔

کیا ضرورت تھی اس کے سامنے یہ بات کرنے کی امی

پتا ھے مجھے کیا کر رہی ہوں میں ماں نا بنو میری ۔ سلیب پر پڑے گند کو سمیٹے صفا کو ڈپٹا تھا ۔ جو چلا گیا ہے اس کی یاد میں زندہ لوگوں کو بی درگور کر دیں ۔ اللہ کا نظام ہے یہ سب کر کے پتا نہیں کیا ثابت کرنا چاہتے ہو تم لوگ ۔۔ وہ اور بھی بہت کچھ کہ رہی تھی پر صفا ان سنا کرتی صفوان کے پیچھے گیی تھی ۔

چھت کا دروازہ کھولتے ریلنگ کے پاس کھڑا وہ نظر آیا تھا

امی کبھی کبھار حد کر دیتی ہیں ۔۔ آہستہ سے چلتے اس کے برابر آکر رکی تھی ۔ موسم آج خوشگوار تھا آسمان پر پھیلتے کالے بادل ٹھنڈی چلتی ہوا حبس کم کیے ہویے تھی ۔

پچھلے کچھ سالو ں سے اغوہ ہوتے بچے اور لڑکیاں ،یونیورسٹیز میں بڑھتی ڈرگز کی ریشو پر پولیس اور ایف ای اے نے مل کر کمیٹی تشکیل دی سے جس کو لیڈ اورہان کر رہا ہے ۔ نظریں سامنے ٹکی تھیں آسمان میں کچھ کھوجتے ہویے

تو مسلہ کیا ہے ؟ تم لوگ ایسے بہت سے کیس لیڈ کر چکے ہو؟

یہ وہی گروہ ہے صفا جس کو حیدر نے پبلک کرنے کی کوشش کی تھی ۔۔

گردن موڑے بڑی سنجدگی سے اسے سنتی صفا کچھ بولتے اس کی آخری بات پر رکی تھی ۔۔ تیزی سے پھیلتے سیاہ بادل آسمان کو ڈھانپ چکے تھے آہستہ چلتی ہوا تیز آندھی میں بدلی تھی پر صفا کو حبس محسوس ہوا تھا ۔۔ کچھ بولنے کی کوشش کی تھی پر نا کام رہی

میں جانتا ہوں وہ اس سب میں حیدر کو بھی گھسیٹے گا۔۔ تاریخ کو دھرانا نہیں چاہتا میں ۔۔ جو دروازے بند کر دیے ا ن کو کھولنے کا کوی فایدہ نہیں ۔۔۔ حتمی' لہجے میں کہتے تیز ہوتی بارش کو دیکھتے وہ مڑا تھا جب صفا کی روندھی آواز نے اس کے قدم جکڑے تھے

تم لوگ یہ کیس حل ضرور کرو صفوان ۔ اس کے ہاتھوں کو تھامتے وہ دونوں بارش میں بھیگ رہے تھے

ہاں تم اس کا حصہ ضرور بننا کیا پتا کیان ہمیں مل جایے ۔۔ ہاں وہ مل جایے گا تم لازمی لیڈکرو اس کیس کو مجھے میرا کیان مل جایے گا۔۔ صفوان پتھر ہوا تھا صفا کے لہجے میں موجود یاسیت نے اس کا دل کاٹا تھا ۔۔ وہ اسے اور بھی کچھ کہ رہی تھی پر اسے صرف صفا کے ہونٹ ہلتے نظر آ رہے تھے ۔ بارش نے صفوان احمد کا بھرم رکھ لیا تھا ورنہ آنکھوں سے بہتے آنسوں اس کی مظبوطی کا بھرم توڑدیتے۔

اورہان کہاں ھے زینب؟ وسیع لاونج میں پڑے صوفوں پر بیٹھے وجود نے گردن موڑے داہں جانب سے آتی آواز پر احتشام اچغزایی کو دیکھا تھا ۔ جو ہاتھ میں پکڑے موبایل پر کچھ ٹایپ کرتے مصروف نظر آتے تھے ۔

خریت پاپا؟ جواب زینب کی بجایے ہارون نے دیا تھا جو صوفے پر نیم دراز گود میں تین سال کا بچہ لیے سامنے چلتی ایل ای ڈی پر میچ دیکھنے میں مصروف تھا کچھ فاصلے پر بیٹھی عفاف نے بھی گردن موڑے انہیں دیکھا تھا ۔

صبح ناشتے پر بھی نہیں تھا اتوار کے دن ایسی کون سی مصروفیت جو فیملی کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا۔۔

وہ اصل میں ہم رات فلم دیکھتے رہے تھے شاید اس لیے ۔۔جواب عفاف کی طرف سے آیا تھا

بہت اچھے ساری دلیل مان لی اب اگر آپ سب نے اس کو ڈیفینڈکر لیا ہو تو کوی بتایے گا وہ کمرے میں ھے یا نہہی۔ سنجدگی سے کہتے اپنے سامنے بیٹھے افراد کو دیکھا تھا ۔

جی جی کمرے میں ھے آپ رکے میں اسے ملازم سے کہ کر بلواتی ہوں ۔۔

کہا نہیں جاوں گا آب کے بیٹے کو زینب بات کرنی ھے سنجیدہ لہجے میں کہتے اورہان کے کمرے کی طرف قدم بڑھایے تھے ۔ پیچھے بیٹحے افراد ٹھنڈی سانس ای لے سکے تھے۔

تم کوی بہانا ای بنا لیتے ہارون، بیچارے کو پاپا کی باتیں سننا پڑیں گی اب ۔ کشن ہارون کی طرف اچھالتے خفگی سے ہارون کو دیکھا تھا

ہاں ایک آپ معصوم بیگم اور دوسرا اپ کا دیور معصوم ویسے بھی حملہ اچانک ہوا تھا بچانا مشکل تھا ۔دوبارہ نیم دراز ہوتے نظریں ایل ای دی پر جمای تھی ۔

کمرے کا دروازہ کھولے احتشام نے چاروں جانب نظریں گھمای تھی ۔ کھڑکی کے سامنے جاین نماز بچھایے نماز ادا کرتا وہ پرسکون تھا ۔قدم قدم چلتے وہ ایک جانب پڑے سنگل صوفے پر بیٹھے تھے نظریں ٹیبل پر پڑی کتا ب پر گی تھی اسے اٹھایے صفے پلٹتے اورہان کے نماز ختم کرنے کے انتظار میں تھے

کمرے میں موجود باپ کی موجودگی پر رکوع کچھ اور طویل کیا تھا ۔۔۔

تم اگلے دس گھنٹے بھی نماز پڑھتے رہو اورہان میں بات کیے بغیر نہیں جاوں گا ۔۔ کتاب کے سفے پلٹتے مصروف انداز تھا گویا سو رکت باندھ لو میں تو بیٹھا ہوں ۔۔

لمبی تھوڑی کی تھی بس فوکس کر رہا تھا ۔ کچھ دیر بعد منماتی آواز پر جائےنماز کو تہ لگاتے باپ کو دیکھا تھا ۔

بیٹھوں بات کرنی ھے کچھ تم سے ،کتاب کو ٹیبل پر رکھتے لہجہ کچھ اور سنجدہ ہوا تھا ۔صوفے پر بیٹھتے اورہان نے اپنے اوپر فاتحہ پڑی تھی تاریخ گواہ تھی جب جب احتشام اچغزایی نے اس سے سریس بات کی تھی اورہان کے لیے فایدہ مند ثابت نہیں ہوی تھی ۔

حشام نے بتایا ھے مجھے کیس کے بارے میں اور میں اسے کہ چکا ہوں تم اس سب کا حصہ نہیں بنو گے ۔ بغیر کسی تمحید کے سیدھے پوانیٹ پر آیے تھے

، آپ میرے ہر کیس کے بارے میں یہی کہتے ہیں

تو تم کہنا چاہ رہے ہو اب بھی کہتے رہیں میں اپنی مرضی ہی کروں گا۔۔

پاپا یہ نہیں کہا میں نے ۔۔ انکھیں پھلایے باپ کو دیکھا تھا۔ ایک جنرل بات کی ہے۔ شرافت سے بیٹھے اورہان جس کی زبان رکنے کا نام نہیں لیتی ،باپ کے سامنے الفاظ منہ سے نکلنے سے انکاری تھے

میں نے بھی جنرل بات کی ھے اورہان ۔۔۔اورمیں سریس ہوں ، میں حشام سے بات کر لوں گا وہ کیس کسی اور کے ہینڈ اور کر دے گا ۔۔۔

میں خود یہ کیس لڑنا چاہتا ہوں پاپا ،آپ جانتے ہیں کتنی ماؤں کی گودیں اجڑی ہیں، کتنے گھر تباہ ہوئے ہیں

تو کوئی بھی انہیں انصاف دلا دے گا تمہیں سب کا باپ بننے کی ضرورت نہیں ھے اورہان ، تیز لہجے میں اورہان کی بات کاٹتے اٹل لہجے میں کہتے جانے کے لیے اٹھے تھے۔

کوئی بھی کیوں پاپا ، میں ہی کیوں نہیں ، آواز اونچی نہیں تھی پر لہجہ مستحکم تھا ۔

ہم کب تک اپنے ساتھ ہوتی زیادتیوں پر صرف اس لئے خاموش رہے گے کے کوئی دوسرا انقلاب لائے گا دوسرا کیوں ہم کیوں نہیں ، بھرپور سنجیدگی سے بولتے نظریں باپ پر جمی تھیں ۔

انقلاب ایک انسان لاتا ھے پاپا ، قاید یہی سوچتے کے میں ہی کیوں الگ ملک کے لئے جدو جہد کروں تو ہم آج یہاں کھل کر سانس نا لے رہے ہوتے ۔۔۔۔۔ طارق بن زیاد یہی سوچتے کے میں ہی کیوں اندلس کی سر زمین کو فتح کروں تو سات سو سال سپین پر مسلمان حکومت نا کر پاتے ، محمد بن قاسم اکیلے تھے پاپا جنہوں نے سندھ فتح کیا تھا، انقلاب ایک شخص لاتا ھے یار وہ ہم کیوں نہیں ہو سکتے۔۔۔۔۔۔تیزی سے بولتے وہ احتشام کو منا لینا چاہتا تھا ۔۔

اور ان سب کا انجام بھی جانتے ہو گے جو انقلاب لائے ہیں ، تیکھے لہجے میں کہتے وہ اورہان کے قریب آ کر رکے تھے آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بات جاری رکھی کیا ملا قاید کو ان لوگوں کے لیے الگ ملک کا ، مطالبہ کیا تھا جو اسے دوسرے کے ہاتھوں بیچنے کے در پر ہیں

سات سو سال سے زیادہ سپین پر حکومت کی اور آخر میں اسی مسلم سربراہ نے غرناطہ کی چابیاں عیسائیوں کے حوالے کر دیں

محمد بن قاسم کی شجاعت پر اسے قید خانے کی سزا سنا دی گئی ۔ دوبدو بولتے اورہان کو دیکھا جو تسلی سے ان کی بات ختم ہونے کے انتظار میں تھا ۔ دونوں باپ بیٹا برابر تھے ایک سیر تھا تو دوسرا سوا سیر ۔

ہاں جانتا ہوں پر کیا آپ ان لوگوں کے نام جانتے ہیں جنہوں نے ان سب کی کمر توڑی تھی ۔

نہیں نا کیوں کے تاریخ سپہ سالاروں کو یاد رکھتی ہے پاپا۔ آپ کو یہ یاد ہے کے غرناطہ کی چابیاں عیسائیوں کے حوالے کی گئی تھیں پر کیا آپ کو ابو عبداللہ (مسلمان بادشاہ جس نے محل کی چابیاں عیسائیوں کے حوالے کی تھیں) کی ماں کے الفاظ یاد ہیں۔ وہ کچھ لمحے کر لیے رکا تھا ۔

"!اب تُو اس محل کے لیے عورتوں کی طرح رو رہا ہے جسے تُو مردوں کی طرح بچا نہ سکا

("تبکی کالبنات ملکاً لم تحافظ علیہ کالرجال")

تاریخ میں ماں کے الفاظ رقم ھے پاپا ،وہ جگہ بھی مشہور ہے جہاں اس نے آخری بار پیچھے مڑ کر اندلس کو دیکھا تھا ۔ اسی مقام کو آج بھی یاد رکھا گیا ھے (اس جگہ کو مور کا آخری اہ بھرنا کہا جاتا ہے)

ابو عبداللہ کا جواب نہیں جانتا ، کسی کو اس کی فتوحات یاد نہیں ، یاد رہی تو بس اس کی بزدلی ۔ پرکویی دنیا جنگجوں کو یاد رکھتی ھے بز دلوں کو نہیں ،اور میں بزدل نہیں بن سکتا۔

گہری سانس لیے باپ کو دیکھا تھا جو اس کے قریب کھڑے آنکھوں میں عجیب سا تاثر لیے اسے دیکھ رہے تھے ۔

اچھا بولتے ہو اورہان ساری دلیلیں مان لی پر میری تسلی ابھی بھی نہیں ہوی ۔ میں تم دونوں کی پیدائش کے بعد ایک ہی دعا مانگتا رہا ہوں کے میری زندگی میں مجھے اولاد کا دکھ نا دکھانا ، تمہاری ضد پر اس نوکری کے لیے راضی تو ہوا تھا پر آیک حصہ ہر وقت تمہاری فقر میں رہتا ہے یار۔

اورہان منہ کھولے باپ کے منہ سے نکلتے الفاظ حضم کرنے کی کوشش میں تھا۔

اولاد کا دکھ بہت بڑا ہوتا ھے اورہان دوسروں کی جھولی بھرتے میری گود خالی مت کر دینا ۔ میرے بازوؤں کو مت توڑنا اورہان ۔اس کا کندھا تھپتھپا تے وہ کمرے سے جا چکے تھے پر اورہان پتھر کی مورت بنے اپنی جگہ پر جمع تھا ۔ احتشام اور بچوں کے درمیان ہمیشہ سے ایک فاصلہ رہا تھا وہ سنجیدہ مزاج تھے ، اپنے احساسات کا اظہار کم کرتے تھے اور اس وقت کہے گئے الفاظ اورہان کو ڈائجسٹ کرنے میں وقت لگنا تھا۔۔۔

اس خرابے میں کچھ آگے وہ جگہ آتی ہے

کہ جہاں خواب بھی ٹوٹے تو صدا آتی ہے

ٹھیک ھے ساتھ رہو میرے؟ مگر ایک سوال؟

تم کو وحشت سے حفاظت کی دعا آتی ہے ؟

میں وہ سب تھیرپیز کر چکی ہوں جو آپ نے مجھے بتای تھیں ۔۔۔ پر کوی فایدہ نہیں ہوتا ۔ کچھ دن سب ٹھیک رہتا ہے پھر میں دوبارہ سے زیرو پر آ جاتی ہوں ۔کاوچ پر لیٹے انکھیں سیلنگ پر ٹکایے وہ کوی ۲۰ ۱۹ سالہ لڑکی تھی جس کی تکلیف میں ڈوبی آواز کمرے کی دیواروں سے ٹکراتی گونج رہی تھیں ۔ کاوچ کے سامنے بیٹھی زِوا ہاتھ میں پکڑے ٹیبلٹ پر کچھ نوٹ کرتے بڑی سنجدگی سے لڑکی کو سن رہی تھی ۔

کمرے کی خاموشی اور مدہم روشنی دماغ کو پر سکون کر رہی تھی ۔زِوا کا چہرہ سنجدہ تھا سرمیی انکھیں رات جگے کی وجہ سے سرخ تھیں رات والے واقع کا چہرے پر کویی شبہ نہیں تھا ۔

مجھے لگتا ہے میں اس دلدل سے کبھی نہیں نکل پاوں گی ۔۔۔ آنکھوں سے نکلتے آنسوں چہرہ بھگو رہے تھے ۔ وہ لڑکی پچھلے چھ ماہ سے زِوا کے پاس آ رہی تھی ، متوسط گھرانے سے تعلق تھا ، اسلام آباد کی پرایوٹ یونیورسٹی میں ایڈمیشن لیتے پہلے کچھ ماہ تو ٹھیک رہا پر آہستہ آہستہ اپنے سرکل سے میچ کرنے کو ہر وہ کا م شروع کر دیا جو اسے سرکل میں کول بناتا، دو سال سے چلتا سلسلہ اس کو کچھ اور برباد کرتا پر ضمیر کی معلامت پر ان تمام گناہوں سے پیچھا چھرانے کی کوشش کی تھی پر یہ سب اتنا آسان بھی نہیں تھا ۔

تم نے کس احاس سے ڈر کر اس سب سے پیچھا چھرانے کی کوشش کی تھی فلک؟ اس کی خاموشی پر زِوا نے ٹیب پر کچھ لکھتے سنجدگی سے سوال کیا تھا

کچھ لمہوں کے لیے تو واقع فلک کچھ بول نا سکی تھی انکھیں زور سے میچے الفاظ ترتیب دیے تھے اس سے پہلے وہ کچھ بولتی زوا کی آواز ایک بار پھر کمرے میں گونجی تھی ۔ اگر تم سچ میں ٹھیک ہونا چاہتی ہو تو مجھ سے کچھ مت چھپاو ہم دونو ں جانتے ہیں کے ان سیشنز کا اثر صرف اس لیے نہیں ہو رہا کیوں کے تم نے ابھی تک مجھے ساری حقیقت سے آگا ہ نہیں کیا ہے ---- تندرستی کے لیے کڑوی گولیاں نگلنی پڑتی ھیں فلک---انکھیں فلک کے چہرے پر جمایے سپاٹ لہجے میں کہتے اسے مذید جھوٹ بولنے سے روکا تھا --

میں اپنے اپ کو ان سب میں ان فٹ محسوس کرتی تھی ،،الیٹ کلاس سے تعلق رکھتے وہ تما لوگ کسی اور دنیا کی مخلوق لگتی تھی پہلے تو سوچا یونیورسٹی سکپ کر کے کسی گوڑنمنٹ کے ادارے میں ایدمیشن لے لوں پر پھر اس گروپ میں سے ایک لڑکی سے دوستی ہو گیی شاید بربادی کا آغاز کہوں تو زیادہ بہتر رہے گا ،بات کرتے وہ تلخی سے مسکرای تھی۔

اپنے آپ کو اس سرکل میں فٹ کرنے کے لیے پہلی بار جسٹ فار فن سے شروع ہوا سلسلہ پہلے ویپ ، پھر درگزر ،پارٹیز ، درنکز، تک محدود نہیں رہا تھا ، بات کرتے آواز رندھنے لگی تھی۔ اپنے گناہ کسی کے سامنے دھرانا تکلیف دہ تھا ۔ آہستہ آہستہ ان سب چیزوں کی لت لگتی گیی ااور میں ہر گناہ میں حصہ دار بنتی گی تھی ۔ چہرہ جھکایے وہ کچھ دیر کے لیے رکی تھی ۔

اس دن اسی طرح کی ایک پارٹی میں شامل تھی ، جب وہ سب انسانیت کی تمام حدود پھلانگ گیے تھے وہ کوئی دس بارہ سال کا بچہ تھا زوا جس کے ساتھ وہ ہر حد پار کرتے انسان تو کم از کم نہیں تھے ۔ اور زیادہ خوفناک جانتی ہو کیا تھا وہ سب کسی لایو شو میں تھے جہاں انہے یہ سب کرنے کی ہدایت دی جا رہی تھی ، وہ منظر اتنا کربناک تھا کہ ۔ میں وہ سب نہیں کر سکی --بے تاثر چہرے سے سنتی زوا آخری بات پر چونکہ تھی --

لایو شو--- کوئی ہدایت دے رہا تھا کمرے میں فلک کی سسکیاں گونج رہی تھیں اور سن ہوتے دماغ سے بیٹھی زوا کچھ بولنے کے قابل نہیں رہی تھی وہ تھریپست تھی اپنے ایموشن کنٹرول میں رکھنا جانتی تھی پر کچھ لمحے ہوتے ہیں جہاں آپ چاہنے کے باوجود بھی اپنے آپ پر قابو نہیں پا سکتے--

خیالات کی بہتی رو کو سر جھٹکتے روکا تھا--

اس سب میں جانتی ہو سب سے بہترین چیز کیا ہے فلک، ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھائے فلک کی طرف بڑھا یا تھا۔

آپ کو لگتا ہے اس سب میں بھی کچھ آچھا تھا۔ پانی کو پیے بغیر تلخی سے زوا سے سوال کیا ؟

ہاں تمھے گناہ کرتے ہوئے یا کرنے کے بعد احساس ہو جائے کے تم نے غلط کیا ہے تو یہ احساس ہی کافی ہے تمہارے لئے،تم کسی بھی پوائنٹ پر پلٹ جانے کا سوچ لو تو سمجھو ، تم نے آدھا سفر تے کر لیا ہے۔ گناہ کا احساس ہو جانے کا مطلب ہوتا ہے کہ ابھی بھی لوٹ جانے کا موقع ہے۔

ٹھر ٹھر کے بولتے وہ ساتھ میں ہاتھ میں پکڑے ٹیب پر کچھ لکھتی بھی جارہی تھی ۔

یہ سب کرتے تم جانتی تھی تم غلط کر رہی ہو اور آخر کار آخری دلدل میں گرنے سے خود کو بچا لیا،یہ سوچنا چھوڑ دو کے تم نے کیا کیا ھے یہ سوچو کے تم ان سب کاموں کو پیچھے چھوڑ آی ہو ۔۔جو چیزیں چھوڑ دی جاییں ان کو یاد رکھنا ضروری نہیں ہوتا، گناہ چھوڑ دینا آسان ہے ،پر اپنے اپ کو اس کی طرف دوبارہ متوجہ ہونے سے روکنا زیادہ مشکل ہے۔

فلک دم سادھے اسے سن رہی تھی اتنے عرصے سے اندھیرے میں رہتے روشنی کی کرن اسے بھلی لگ رہی تھی۔

دفعتاً کمرے کا درواز ہلکا سا کھلا تھا زوا نے گہری سانس لی تھی جانتی تھی کون ہو گا۔ بات کو مختصر کیے اب وہ فلک کو کچھ تھرپیز بتا رہی تھی جو اسے اگلے سیشنز تک کرنی تھی ۔

اف اتنے لمبے تمہارے سیشنز ہوتے ہیں کے بندےکا جنازہ پڑھا جائے ۔ کاوچ پر لیٹتے ۔ ڈرامائی انداز میں کہتے اوذگل نے زوا کی طرف دیکھا تھا جو اوذگل کو نظر انداز کیے اگلے سیشنز کے پوائنٹ نوٹ کر رہی تھی ۔۔

لنچ کا کیا پلین ھے بھوک سے جان جا رہی ۔ زوا کی طرف سے خاموشی پا کر وہ ایک با پھر بولی تھی ۔۔

تمہارے پاس کوئی اپانمینٹ نہیں ہوتی اوذگل ۔۔ اوذگل کی فراٹے بھرتی زبان سے بے زار ہو کر اسے ٹوکا تھا سر میں اٹھتی تکلیف ، فلک کی باتیں ، کل رات ہوے احسن مراد کی باتیں وہ اس وقت تنہائی چاہتی تھی ۔۔

لو پوری پانچ پیشنٹز کو نمبٹا کر ای ہوں یہاں سے ٹانگ مڑوڑو ، یہاں سے بازو اور کام ختم ، کاوچ پر چونکڑا مارے ہاتھو کو خاص انداز میں موڑے وہ زوا کی حالت سے انجان مسلسل بولتے جا رہی تھی ۔

گڈ پھر تم لنچ بریک کرو میرا ایک اور سیشن ھے مجھے وہ لینا ھے ۔ چیر سے اٹھتے زوا نے مصروف ، سے انداز میں کہا

کیوں کیوں کیوں ؟؟ ہم اکٹھے کرتے ہیں لنچ بریک تو آج کیوں اکیلی کروں ۔ بعد میں کرنا اپنے فضول سیشنز چلو ابھی بہت بھوک لگی ھے۔۔ زوا کو بازو سے پکڑ ے باہر کی جانب گھسیٹا

کیا بدتمیزی ہے اوذگل جب منع کیا ہے کے نہیں جانا تو مطلب نہیں جانا تم پیچھے کیوں پر جاتی ہو۔ غصے سے بازو چھڑاتے زوا یک دم چیخی تھی ۔ پر اوذگل کی آنکھوں میں اکٹھے ہوتے آنسوں دیکھ اک دم اپنی بدلحاظی کا احساس ہوا تھا ۔

اوذ میں، اس سے پہلے اپنے رویے کی معافی مانگتی اوذگل تیزی سے منظر سے ہٹتی کوریدو میں غائب ہوی تھی --

اففففففففف! ہاتھ میں پکڑا نوٹ پیڈ زمین پر پھینکتے زوا نے بے بسی سے دروازے کو دیکھا تھا -- سر میں اٹھاتا درد شدید ہوا تھا -- آنکھوں کی خشک سطح بھگینے لگی تھی --

----

وہ شرارتیں وہ شوخیاں میرے عہدے طفل کے قہقہے

کہیں کھو گیے میرے رات دن مجھے اس بات کا تو ملال ہے۔

مرکز ایف 6 میں بنا بوک تھیم کیفے بک لورز کے لیے بہترین جگہ تھی تھا، سڑک کے کنارے خوبصورت لکڑی کے بنے بینچ ، دروازے سے اندر داخل ہو تو ہال کے درمیان بنا خوبصورت درخت اور اس کی سایدز پر پری کرسیاں دیوار کے ایک جانب بنا بک ریک مختلف کتابوں سے سجا تھا، ماحول میں مخصوص کافی کی دھیمی خوشبو اور روح میں اترتی خاموشی ،ایسے میں دائیں جانب پڑی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھا حیدر ابرہیم شہد رنگ آنکھوں میں سنجیدگی سموئے بار بار دروازے کی طرف دیکھتا کسی کے انتظار میں تھا۔

بے زاری سے ہاتھ میں پہنی گھڑی پر وقت دیکھتے گہری سانس لی تھی کہ سامنے بیٹھے ٹیبل پر نظر پڑی تھی وہ کوئی چھ سات لڑکوں کا گروپ تھا جو کسی بات پر بے تحاشا ہنستے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے ان پر نظریں جمائے حیدر کی آنکھوں کے سامنے کچھ سال پرانا منظر لہرایا تھا۔

کھانا بھی کھا لیا ھے اور میٹھا بھی اب آپ لوگ یہ بتایں گے کے یہ کس خوشی میں ٹریٹ دی گئی ہے ۔ہونٹوں کو نیپکین سے تھپکتے عنایہ نے ایک نظر صفوان اور اورہان پر ڈالی تھی جن کے کہنے پر وہ لوگ ڈنر کرنے باہر آئے تھے ۔

صفوان نے ایک نظر عنایہ کو دیکھا تھا جو پنک کلر کے پرنٹڈ سوٹ میں ڈوبتے کو سر پر اوڑھے پیاری لگ رہی تھی۔

انسان بن صفوان یہ نا ہو کے حیدر تیری گردن مڑوڑ کر کھانے کا بل ادا کرے ۔ اورہان نے صفوان کی طرف جھکتے شرارتی لہجے میں چھیرا تھا جس کی نظریں عنایہ سے ہٹنے کانام نہیں لے رہی تھیں ۔

اورہان کی بات پر ایک دم گڑبڑاتے سامنے بیٹھے حیدر کو دیکھا تھا جو سب سے انجان صفا کے ساتھ کوی سو تصویریں کھچوا چکا تھا پر صفا کو کوئی آیک بھی پسند نہیں آ رہی تھی ۔

بتائیں بھی ؟؟ صفا انہے چپ دیکھ ایک بار پھر بے تابی سے بولی ےتھی۔

مجھے اور اورہان کو ایف آئی اے میں ایز این ڈپٹی ڈائریکٹر ہایر کر لیا گیا ہے ،عنایہ سے بمشکل نظریں ہٹایے صفوان نے روانی سے اپنے اکٹھے ہونے کی وجہ بتائی تھی۔ صفا جو موبائل کو کچھ اونچا کیے پکچر لے رہی تھی صفوان کی بات پر ایک دم موبائل نیچے کیے بے یقینی سے صفوان اور اورہان کو دیکھا تھا پھر تیزی سے اٹھ کر دونوں کو باری باری گلے سے لگاتے مبارک دی تھی۔ وہ چارو سکول سے، کالج کالج سے یونیورسٹی سے ساتھ دے ایک دوسرے کے رازداں ۔ اور رشتہ تب زیادہ مضبوط ہوا جب یونیورسٹی کے چھٹے سمسٹر میں حیدر اور صفا

نکاح کے بندھن میں بندھے تھے ۔

ویسے نوکری ملی کیسے تم دونوں کو ؟؟ مشکوک نظریں ان پر جمائے حیدر نے دونوں کو سر سے پیر تک گھورا تھا

ویسے ای ملی تھی جیسے تجھے ملی تھی اورہان اسی کے انداز میں بولتا اینڈ پر انکھیں دکھای تھی مطلب کیا ؟ انہے نوکری نہیں مل سکتی تھی ----

زبردست تو تم دونوں کی طرف سے یہ پارٹی کس نے دی ہے؟

صفوان اور اورہان کی انگلی ایک دوسرے کی طرف اٹھے دیکھ حیدر نے سکون سے چیر سے ٹیک لگائی تھی اب آنا تھا مزہ ۔ دونوں ایک دوسرے سے لڑتے مسلسل کچھ بول رہے تھے ۔اوازیں ہلکی ہوتیں جا رہیں تھی ہوا میں تحلیل ہوتا منظر حیدر کو حال میں کھینچ لایا تھا ۔

گردن گھما کر چاروں جانب دیکھتے وہ اداسی سے مسکرایا تھا۔ کچھ یادیں انسان کو ازیت سے دو چار کر جاتیں ہیں --- جن کے ساتھ زندگی کا بہترین وقت گزارا ہو، ان کو یاد کرنا زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ سوچیں اور طویل ہوتی کہ حیدر کی نظر اپنی طرف بڑھتے اورہان اور اس کے پیچھے آتے صفوان کی طرف اٹھی تھیں ، تین سال،یا کم نہیں زیادہ اپنے دماغ میں جمع تفریق کرتے وہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا ایک شہر میں ہوتے ہوے کتنے عرصے بعد مل رہے تھے ۔ ان کے قریب آنے پر ایک دم کھڑا ہوا تھا ، گلے ملنا چاہتا تھا پر کچھ تھا جس نے قدم منجمد کیے تھے مصحافے کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا جسے اورہان نے تھام کر چھوڑا تھا اور صفوان سرے سے نظر انداز کیے کرسی گھسیٹ کر ارد گرد کا جایزہ لے رہا تھا ۔ کچھ اٹکا تھا سینے میں ،کچھ بھاری سا چبتا ہوا ۔ صفوان سے نظریں ہٹایے واپس جگہ پر

بیٹھے خاموشی نے تینوں کو اپنی لپیٹ میں لیا تھا -- اتنا مشکل کیوں تھا بات کرنا زندگی کا بیشتر حصہ اکٹھے گزارا تھا - کیا پچھلے کچھ سال اتنے زور اوار تھے کے ایک دوسرے سے بات کرنے کے لیے الفاظ ڈھونڈنے پڑتے ----کیا آیا تھا درمیان میں ؟؟؟

ہمممم طویل ہوتی خاموشی سے گھبراتے اورہان نے گلا کھنکھارا تھا -- تم جانتے ہو ہم کیوں اکٹھے ہوے ہیں ؟دونوں کو باری باری دیکھتے پوچھا ---

سوال ہے تو نہیں میں نہیں جانتا کیوں اکٹھے ہویے ہیں اور اگر بتا رہے تو بھی نہیں جانتا کے تم لوگوں کو اتنے سالوں بعد مجھ نا چیز کی یاد کیوں آی ہے -- سیدھا اورہان کی انکھوں میں دیکھتے وہ ٹھرے لہجے میں بولتا بھاری خوبصورت لہجہ پر اورہان کو ایک انکھ نہیں بھا یا تھا ،،، صفوان ان سنی کرتا کتا بو ں کی شیلف کی طرف بڑھا تھا وہ زبردستی لایا گیا تھا تو لا تعلق رہنا اس کا فرض تھا -- اورہان نے ٹھنڈی سانس لی تھی کیسسس حل کرنا آسان تھا ان کمینوں کے ساتھ بیٹھنا مشکل تھا-

ہاں تم نیوز تو دیکھتے نہیں ہو جو تمھے پتا ہو کے دنیا میں کیا ہو رہا ھے -- یہ لوگ ا ورہان کے صبر کا امتحان لیں گے --

پچھلے کچھ سالوں سے بڑھتے اغواہ اور ریپ کیسس پر جو کمیٹی تشکیل دی ہے اس میں تمہارا نام بھی دیا ہے ہم نے --

تم نے -- کتاب کے صفحے پلٹتے صفوان نے تصیح کرنا ضروری سمجھا

میں نے بلکل میں نے دانت پیستے صفوان کے جھکے سر کو گھوڑا تھا --یا اللہ صبر دے صبر

مجھے لگتا ھے اغواہ ہوتے بچے،ریپ کیسس،یںیورسٹیسز میں بڑھتی ڈرگز کی ریشو اس سب کے پیچھے ایک انسان ای ھے - یا ایک گروہ ---

گڈ اور تم یہ سب مجھے کیو ں بتا رہے ہو--- یا اللہ اتنی معصومیت--

کیوں کے تم بھی ہماری ٹیم کا حصہ ہو --- بد قسمتی سے دانت پیستے آخری بات دل میں کہی تھی

پر میں نے ہاں نہیں کی افسوس کے ساتھ میں تعاون نہیں کر پاوں گا -- اٹل لہجے میں کہتے والٹ سے کچھ نوٹ نکالے اپنی کافی کا بل پے کرتے جانے کے لیے مڑا تھا

کیوں اپ کس خوشی میں تعاون نہیں کرے گے --- صفوان کے ٹھنڈےلہجے پر حیدر کے قدم زمیں سے اٹھنے سے انکاری ہوے تھے - اورہان نے سر ٹیبل کی سطح پر گریا تھا -- لڑ مڑلو تم لوگ

تباہی کی ابتدا اپ نے کی تھی حیدر ابراہیم تو اختتام میں آپ ساتھ کیوں نہیں ہوں گے --- جو لوگ آپ نے اپنی کامیابیوں کے چکر میں گنوایے ہیں ان کی موت سے ای کچھ وفاداری نبھا دو ،کاٹ دار لہجے میں کہتے حیدر کو کچھ بولنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا ---

اورہان نے ٹیبل پر گرایے سر ایک جھٹکے سے سیدھا کیا تھا صفوان سے ہوتی نظر حیدر تک گی تھی جس کے چہرے پر ظبط کی سرخی چمک رہی تھی --- اورہان احتیاطِ کھڑا ہوا تھا -- دونوں کے قریب ایک دوسرے کو دیکھتے ،قتل کرنے کو تیار ---

صیح کا ابتدا میں نے کی ہے تو اختتا م بھی میں ای کروں گا بلکل صیح -- انکھوں میں ابھرتی سرخی سے ایک نظر دونوں پر ڈالے وہ تیزی سے مڑا تھا --- سینے میں اٹھتا درد برداشت سے باہر تھا --- انکھوں میں آتی نمی کو گہری سانس لیتے اندر اتارا تھا حیدر ابراہیم ہر الزام رد کرنا چاہتا تھا ، پر جانتا تھا وہ ایک لفظ بھی کہتا تو ضبط ٹوٹ جاتا -- اس کا بھی تو اتنا ای نقصان ہوا تھا نہیں زیادہ تھا شاید --- اس کے پاس تو کچھ بھی نہیں بچا تھا وہ جنگ کے آغاز میں ای سب کچھ ہار گیا تھا ---تیزی سے کار کا دروازہ کھولے شرٹ کے پہلے دو بٹن کھولے تھے----

تمہیں اس کے پچھے جانا چاہیے تھا --- شیشے سے حیدر کو ٹکتے خاموش کھڑے اورہان کو مشورہ دیا تھا

تو تم اتنی بکواس ہی نا کرتے کے مجھے اس کے پیچھے جانا پڑتا---

تمہے ڈھای سال پہلے جانا چاہیے تھا --- ٹیبل کی سطح پر انگلی پھیرتے آواز مدہم تھی دل اندر کہیں ملامت کر رہا تھا -- اس نے نفی کیوں نہیں کی

بلکل تمہے سنبھلاتا ،صفا کو یا کیان کی تلاش کرتا -- کنپٹی کو شہادت کی انگلی سے دباتے ایک بار دوبارہ نظر باہر دورای تھی سڑک خالی تھی وہ جا چکا تھا--

دونوں کے درمیان اب خاموشی تھی --- صفا کو لگتا ھے کیان مل جایے گا --- میں بھی شاید اسی لالچ میں اس سب میں انولو ہوا ہوں شاید مل ہی جایے

اورہان نے بے بسی سے اسے دیکھا تھا --- وہ اسے کہنا چاہتا تھا ایسی امیدیں نا لگایے -- بتانا چاہتا تھا کھوی چیزیں مل جایے تو وہ اس قابل نہیں رہتی کے ان کے ساتھ گزارہ کیا جایے --- جو چیزیں کھو جایں وہ مل جانے کے بعد زیادہ خوفزدہ کرتیں ہیں -- چلے جانے والوں پر صبر آجاتا ہے کھو جانے والے تا عمر دل کا ایک حصہ مردہ کر جاتے ہیں --

----

سر سختی زیادہ ہو گئی ہے ، ہر طرف ناکے لگے ہیں ، ہر چیز کی پہلے تلاشی لی جا رہی ہے ، ایسے میں مال نکالنا مشکل ہے ، ہاتھوں کو پیچھے باندھے رہبر مؤدب سا کھڑا بیلیرڈ ٹیبل پر جھکے سٹریچین کو دیکھ رہا تھا،کمرے میں چھاے اندھیرے میں ٹیبل پر لٹکتے واحد بلب کی روشنی صرف بیلیرڈ ٹیبل کے اعتراف میں پھیلی تھی ، ٹیبل پر بالز کو ان کے پوائنٹ پر رکھتے نظریں اٹھائے رہبر کو دیکھا تھا۔

عام جانوراور انسان صرف دو طرف دیکھ سکتے ہیں رہبر، نظریں دوبارہ ٹیبل پر ٹکای جہاں دو سفید اور ایک سرخ بال ٹیبل کی سطح پر خاص اینگل پر پری تھیں ۔۔

پر الو تین طرف دیکھ سکتا ہے گردن کو دوسو ستر کے زاویے پر گھمائے اپنے پیچھے بھی ، رہبر ماتھے پر بل ڈالے بری سنجیدگی سے سٹریچین کو سن رہا تھا۔

اور جانتے ہو اس کا کیا فایدہ ہوتا ہے ، کیو کی نوک کو چاک کی مدد سے رگڑتے رہبر کی آنکھوں میں دیکھا ۔

بلکے اس کے دو فایدے ہوتے ہیں ایک ہر وقت شکار پر حملہ کرنا آسان ہوتا ہے دوسرا خود کو شکار ہونے سے بچا لیتا ہے، تو ہمیں ایک سمت میں نہیں دیکھنا ہے رہبر ہمیں تین سمتوں میں دیکھنا ہے پہلی جہاں ہمارا شکار ہو رہا ہے ،دوسری جہاں ہم شکار کریں گے اور تیسری جہاں۔۔۔

جہاں اپنے آپ کو شکار ہونے سے بچائیں گے سٹریچین کی بات کاٹتے رہبر تیزی سے بولا تھا ۔۔ سٹریچین ہلکا سا مسکرایا تھا ٹیبل پر جھکا کیو (بیلیرڈ سٹک جس کی مدد سے بالز کو ہٹ کیا جاتا ہے) سے گیند کا نشانہ لیے سفید بال کو ہٹ کیا تھا کمرے میں گیندوں کے ٹکرانے کی آواز گونجی تھی ۔۔ ٹیبل پر پڑتی روشنی میں گھری سیاہ آنکھیں چمکی تھیں ۔۔

میں سن رہا ہوں رہبر بولو۔۔ مصروف سے انداز میں اپنے پیچھے کھڑے رہبر کو مخاطب کیا تھا جو ایک دم چونکے خفیف سا مسکرایا تھا ۔

وہ بچے کے گھر والے بہت شور مچا رہے ہیں سر۔۔

شور کیوں رقم کم دی تھی ۔۔ گیری سیاہ آنکھیں رہبر کی بات پر سکریں تھیں ۔۔

سر وہ انہوں نے بچے کو بیچا نہیں تھا ،پڑھای اور کام کے لالچ میں ساتھ بھیجا تھا مفت میں ملتا مال کون چھوڑتا۔۔

مختصر بتاتے وہ اب سٹریچین کے ردعمل کے انتظار میں تھا جو سبز ٹیبل کی سطح پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

ہوں منہ بند کرواو ان کا جو مہرے کھیل کے آغاز میں شور مچائیں ان کو پہلے ہی کھیل سے باہر کر دینا چاہیے سپاٹ چہرے سے کہتے وہ دوبارہ سے ٹیبل پر جھکا سفید بال کا نشانہ لے رہا تھا۔۔

اور کوئی تحفہ بھیجاو ہمارے دشمنوں کو بتاؤ انہیں کے ہم ہر سمت کا تعین کر چکے ہیں ٹھنڈے لہجے میں کہتے بال کا نشانہ لیا تھا کمرے میں ٹیبل سے ٹکراتی گیندوں کی آوازیں گونجتی مدہم ہوتی جا رہیں تھیں ---

اور کیا تم جانتے ہو اولو اپنے شکار کو اتنی زور سے پکڑتا ہے کے اس کی ہڈیاں چورا ہو جاتیں ہیں ----

----

کوریڈور اس وقت مریضوں سے بھرا پڑا تھا ، بینچ پر بیٹھے افراد اپنی باریوں کے انتظار میں دروازوں پر نظریں جمایے بے چین بیٹھے تھے ۔ایسے میں کوریڈور میں تیزی سے قدم اٹھاتا طراب عا لمگیر چہرے پر اضلی سنجدگی سجایے سیدھ میں دیکھتا ایک دم چونکہ تھا قدم پیچھے کو مورتے کومن روم میں جھانکا ،اندر نظر آتے منظر نے ماتھے پر بل ڈالے تھے - بینچ پر بیٹھی اوزگل چہرہ ہاتھوں میں چھپایے یقینِ رونے کا شگل فرما رہی تھی اور اس سے کچھ فا صلے پر بیٹھا میل ڈاکٹر ہاتھ میں ٹیشو پکڑے اسے چپ کروانے کی کوشش میں تھا ۔۔

کیا ہو رہا ہے یہ ۔۔ خالی کمرے میں گونجتی طراب کی آواز پر دونوں کے سر ایک ساتھ اٹھے تھے ---

وہ سر اوزگل کچھ پریشان تھیں

وہ پریشان ہوں یا ان کا جنازہ نکل رہا ہو آپ کو مس اوزگل کی دلجوی کے لیے ہایر نہیں کیا گیا ، تیکھے لہجے میں کہتے طراب نے ایک نظر اوزگل کو دیکھا تھا جو اس کی آخری بات پر رونا بھول کر صدمے سے طراب کو دیکھ رہی تھی ۔

سوری سر ---- طراب کو دیکھتے ماتھے سے بہتا پسینہ کنپٹی میں جزب ہوا تھا

ڈیوٹی پر جایں اور آیندہ ڈیوٹی اورز میں آپ خدمت خلق کرتے نظر آے تو سمجھیے گا آخری دن ھے آ پ کا ۔ سپاٹ چہرے سے کہے الفاظ سامنے کھڑے ڈاکٹر کو کانپنے پر مجبور کر گیےتھے۔

اور آپ مس ڈورا میل ڈاکٹر کے جاتے رخ اوزگل کی طرف موڑا

اوزگل ---اوز---گل ، ناک سے بہتے پانی کو ہاتھ کی پشت سے صاف کرتے نام کو توڑ توڑ کر ادا کرتے طراب کو گھورا تھا اوز گل نام ہے میرا، اس کا مطلب "بہت خوبصورت ، حسین و جمیل " ہوتا ہے ۔زکام زدہ آواز میں ناک چڑھایے نام کی تصیح کرنا ضروری تھا۔۔

اوہ گڈ پر کیا آپ کا نام رکھنے سے پہلے اپ کو دیکھا نہیں تھا کسی نے ، ہونٹوں کے کناروں کو خفیف سا موڑتے اوزگل کے سرخ چہرے پر نظریں ٹکای ۔

آپ--- آپ سمجھتے کیا ہیں خود کو ہتک سے سرخ ہوتے چہرے سے ناک کو ایک بار پھر ہاتھ سے ساف کیا تھا مطلب یہ لوگ سوگ بھی سکون سے نہیں منانے دیں گے۔۔

میں--- میں اپنے ااپ کویہاں کا بوس سمجھتا ہوں   ناگواری سے اوزگل کے ہاتھ پر نظر ڈالے اس کی نقل اتاری تھی

اور اگر آپ کا بریک اپ کا سوگ ختم ہو گیا ہے تو گو بیک ٹو یور ورک مس ڈورا---

میرا کوی بریک اپ نہیں ہوا سر --- غصے سے مٹھیاں بھینچے وہ چیخی تھی

واٹ ایور یہ بریک اپز کے سوگ گھروں میں منایا کریں تو بہتر ہے --- انف   اوزگل کو پھر کچھ بولتا دیکھ ہاتھ اٹھا کر ٹوکا تھا ۔۔

جانے سے پہلے پلیز ہاتھ دھو لی جیے گا۔۔ نا گواری سے بولتے وہ اوزگل کو حیران چھوڑےکمرے سے جا چکا تھا ۔

بدتمیز ،ہلک ، دوزخ میں کویلہ بن کر سر مر جاییں ، مس ڈورا پاوں پٹختے آواز کو بھاری کیے اس کی نقل اتاری تھی ---

ہاتھ دھو لی جیے گا ---- نہیں دھوں گی لو کرلو جو کرنا ہے ناک کو دوبارہ دونوں ہاتھوں سے صاف کرتے دروازے کو گھورا تھا ---

----

میرے سامنے بیٹھے رہو میں دیکھتا رہوں ۔

رک جائے کاش وقت طلوعِ سحر نا ہو ۔

کر لو مجھ سے وعدہ میرے ہو بس میرے

جب ساتھ میرا دو تو زمانے کا ڈر نا ہو۔

رات کے پھیلتے سائے چاروں جانب پر پھیلائے اسلامآباد کو اپنی لپیٹ میں لے چکے تھے۔ ٹھندی ہوا موڈ پر خوش گوار اثر ڈال رہی تھی ۔۔ مارگلہ ہلز کی طرف جاتی لمبی سڑک اس وقت سنسان پڑی تھی، دونوں طرف پھیلے درخت اور ان پر پڑتی چاند کی روشنی عجیب سی ہیبت پیدا کر رہے تھے ، کچھ دور کھڑی ہیلکس اور اسکے بونٹ پر بیٹھا وجود ہاتھ میں پکڑے خاکی لفافے سے برگر نکالتا اپنے آپ میں مگن دکھائی دیتا تھا، دفعتاً جیب میں پڑے موبائل کی چنگھاڑ نے مزہ کرکرا کیا تھا ،برگر کا بڑا سا بائٹ لیتے موبائل کو سپیکر پر ڈالے دوسرے ہاتھ سے کاک کا سپ لیا تھا۔

کہاں ہو تم اورہان وقت دیکھا ہے تم نے ؟؟ موبائل سپیکر سے نکلتی ہارون کی آواز ویرانے میں دور تک پھیلی تھی --

میں اس وقت جنت میں ہوں اور اردگرد بے شمار حوریں ہیں کہیں تو ایک آپ کے لیے لے آؤں -- منہ میں برگر چباتے چاروں جانب نظریں گھمایا تھی اور کچھ دور نظر آتے منظر پر نظریں جم گئی تھی ---

بیٹا تم گھر آؤ پاپا حوروں کے ساتھ ان کے بچے بھی دکھائیں گے تمہیں ---

چڑیل ۔ہلک سے نکلتی بے یقین آواز ہارون تک پہنچتی اسے غصہ دلا گی تھی ۔

کیا بدتمیزی ہے یہ اورہان۔۔

یار آپ کو نہیں کہ رہا آپ تو جن ہوتے نا مذکر مؤنث آتے ہیں مُجھے ، برگر کا بچا ٹکرا منہ میں ٹھونستے وہ بونٹ سے چھلانگ لگاے اترا تھا ۔ میرے سامنے ایک چڑیل ہے بھائی اور وہ خود خوشی کرنے جا رہی ہے۔ آنکھیں چھوٹی کیے سامنے کے منظر کی لائیو رپورٹنگ ہارون کو دی تھیں --

تم نے پی وی تو نہیں ہوی اورہان کیا بکواس کیے جا رہے ہو فضا میں گونجتی ہارون کی آواز پر اورہان نے منہ بنایا تھا ۔

نہیں پی یار میں بعد میں کرتا ہوں کال ابھی بھوت کو خودخشی سے بچا آوں -- تیزی سے کال کاٹتے وہ کچھ فاصلے پر کھڑے وجود کی طرف بڑھا تھا۔

بھورے لمبے بال پشت پر پھیلے کمر کو ڈھانپے ہوئے تھے چہرہ دوسری طرف ہونے کی وجہ سے واضح نہیں تھا --- کسی گہری سوچ میں ڈوبے وہ مسلسل سڑک کے کنارے پری تاروں کی طرف بڑھ رہی تھی -- یقیناً کوئی الیکٹرک ڈیفالٹ کی وجہ سے ایک جانب تاروں کو اکٹھا کیے باؤنڈری بنا دی گئی تھی پر وہ محترمہ اس باؤنڈری کو بھی کراس کیے ان تاروں سے کچھ ہی دور تھیں زمین پر گری بجلی کی تاروں میں اتنا والٹ تو تھا کے اگر ان کو انگلی بھی چھو جاتی تو اگلا سانس آنا مشکل تھا۔ اس سے پہلے اس کا اگلا قدم تاروں پر پڑتا ،اورہان تیزی سے بھاگتا ایک جست میں اس کی بازوں کو جھٹکا دیتےسڑک کے

ایک کنارے دھکا دیا تھا توازن برقرار نا رکھتے وہ وجود سڑک کے بیچوں بیچ گرا تھا ۔ کہنیوں اور بازوں پر لگتی رگڑ سے بلند ہوتی چیخ پر اورہان کے بالوں کو سیٹ کرتے ہاتھ تھمے تھے ۔۔

کیا بدتمیزی تھی یہ اندھے ہو تم۔ ایک جھٹکے سے سیدھے ہوتے وہ دھاری تھی ۔۔

اورہان۔ جو شکریہ جیسے کلمے کی توقع کیے کچھ جھکا اس کی جانب دیکھ رہا تھا ۔۔ بم کی طرح پھٹتے دیکھ کی قدم پیچھے ہوا تھا۔

کچھ بولنے کے لیے وا ہوے لب ساکت ہوے تھے سڑک پر گرے وجود پر نظریں تھمی تھیں پلکوں کی جھالر پر ٹکے آنسوں سرخ ناک اور تھوڑی ، بھورے سلکی بال جو چہرے کے اعتراف میں پھیلے اسے کچھ اور دلکش بنا رہے تھے۔ اورہان کا دل پہلوں میں پوری رفتار سے ڈھرکا تھا۔

تم سے مخاطب ہوں میں ڈنگر انسان ۔۔ زوا کی چیخ پر حواس واپس لوٹے تھے ۔۔ ڈنگر انسان آہ کیا اس نے یہ اورہان کو کہا تھا ۔ارگرد گردن گھمائے تصدیق چاہی تھی ۔۔۔

مادام بجائے کے میرا احسان مند ہونے کے آپ مجھ پر رکیک حملےکر رہی ہیں شرم آنی چاہیے ۔۔۔

کون سا احسان مند کسی بیل کی طرح تم آدھی رات کو انسانوں کو ٹکرے مارتے پھرو اور میں تمہاری احسان مند ہوں ۔۔ جاہل،ڈنگر نا ہو تو ۔ زمین سے اٹھتے وہ مسلسل اورہان کی شان میں قصیدے پر رہی تھی ۔

اب آپ حد پار کر رہی ہیں میں نے آپ کو خود خوشی سے بچایا ہے ۔۔ اتنی عزت افزائی پر اورہان ڈوب مرتا پر کالر جھارے بتانا ضروری سمجھا ۔۔

کون سی خود خوشی پاگل واگل ہو تم ۔۔ کہنیوں کا جائزہ لیتی زوا ایک دم بھرکی تھی۔

خود خوشی ہی سمجھتے لوگ بی بی اخبار کی سرخیوں میں آتا جانے کیا وجہ تھی جو جوان دوشیزہ بجلی کی تاروں پر گرے دنیا سے کوچ فرما گیں ۔ تاروں کی طرف اشارہ کیے ڈرامائی انداز میں کہتا وہ زوا کو شل کر گیا تھا

بے یقینی سے تاروں کے ڈھیر کو دیکھتے اس کا رنگ فق ہوا تھا کیا وہ واقع ان پر پاؤں رکھنے والی تھی ۔۔ایک دم جھر جھری لیتے وہ دو قدم اور پیچھے ہوی تھی ۔۔

اس کی حالت دیکھتے اورہان کے کندھے کچھ اور چورے ہوے تھے ۔

ویسے آپ کس طرح شکریہ ادا کرنا پسند کریں گی ۔۔ کالر کو جھارتے زوا کو مراقبے سے نکلا تھا ۔

ویسے میں بہت سادہ انسان ہوں تو بس ایک ویڈیو بنائیں اس میں اس واقع کو کچھ آنسوں کے ساتھ بیان کر کے اینڈ پر میری تصویر لگا دیں ۔۔ میں مشہور ہو جاؤں گا،اور آپ کا شکریہ قبول کر لوں گا

اس کی نان سٹاپ چلتی زبان زِوا کی گھوری پر بند ہوئی تھی ۔

ہو گیا اب بکواس بند کرو اور پیچھے ہٹو۔-چہرے پر ہاتھ پھیرتے اپنے آپ کو نارمل کیا تھا، اورہان کو ایک طرف دھکا دیتے وہ مخالف سمت تیزی سے قدم اٹھا رہی تھی دل ایک دم خوفزدہ ہوا تھا وہ محض واک کے لیے نکلی تھی اتنا دور کیسے ، چاروں جانب گردن گھمائے ویران سڑک کو دیکھا دل بری طرح کانپا تھا ٹانگوں سے جان جاتی محسوس ہوئی تھی۔

ویسے ماما کے مطابق آدھی رات کو سڑکوں پر چڑیل ہوتی ہیں، جو خوبصورت لڑکوں پر عاشق ہوجاتی ہیں بتا دو خوبصورت چڑیل اگر تمہارا دل ا گیا ہے تو میں ابھی آیت الکرسی کا ورد کر لوں، اپنے پیچھے سے آتی آواز پر وہ ایک دم اچھلی تھی جیبوں میں ہاتھ ڈالے دانتوں کی نمائش کرتا وہ اس سے کچھ فاصلہ رکھے اس کے پیچھے چل رہا تھا۔-ویسے آپ چڑیل لوگوں کے قبیلوں میں بھی سوسایڈ کا ٹرینڈ ھے ؟؟؟ زِوا کے رکنے پر بڑی سمجھداری سے سوال کیا تھا۔

تم تم میرے پیچھے کیو ا رہے ہو جاؤ یہاں سے --- دل میں اٹھتے انجانے خوف کو دباتے وہ کچھ سخت لہجے میں مخاطب ہوی تھی

ہاں جاؤں تا کہ آپ دوبارہ سے خود خوشی ---

میں نہیں کر رہی تھیں خود خوشی--- تیزی سے اس کی بات کاٹتے وہ دھاری تھی --

اچھا آپ نے کہا میں ے مان لیا کان، میں شہادت کی انگلی گھمائے اس نے ناک سے مکھی اڑاری تھی ۔

کیا مصلہ ہے تمہارے ساتھ ۔۔ ہاں میں خود خوشی کر رہی تھی تم نے بچا لیا بہت احسان خوش اب دفاع ہو۔- اسے مسلسل پیچھے آتا دیکھ وہ ظبط لیے موڑی تھی۔-

پاپا کہتے ہیں اگر آدھی رات کو تم کسی ابلا ناری کے کام نا آسکو تو لعنت ہے تمہارے مرد ہونے پر ۔- ہاتھ آگے باندھے برے مؤدب انداز میں پیچھے آنے کی وجہ بتائی تھی ۔ وہ الگ بات ہے احتشام اچغزی اپنا قول سن لیتے تو واقع میں لعنت تھی اورہان اچغزی پر --

افففففففف تم تم میرے کام نا آؤ پلیز جاؤ میں چلی جاؤنگی -- غصے کو پیتے وہ منت کرتے لہجے میں اورہان سے مخاطب ہوی تھی جس نے تابعداری سے سر ہلایا تھا۔

ویسے آپ خود خوشی کر کیوں رہی تھیں پھر سے اپنے پیچھے محسوس ہوتے قدم اور اس کی آواز افففف زوا نے صبر کے گھونٹ پیے تھے--- کہاں سے یہ چھلاوہ پیچھے پڑا تھا اس سے اچھا تاروں پر پاؤں رکھ دیتی -- وہ کچھ اور بھی بول رہا تھا، جسے نظر انداز کیے وہ تیزی سے قدم اٹھاتی جا رہی تھی ---

توبہ توبہ گناہ ہے گناہ پتا نہیں کیا ہو گیا ہےآج کل کی نسل کو-- بڑی بڑھیوں کی طرح کانوں کو ہاتھ لگاتے وہ زِاؤ کو زچ کرتا زہر لگ رہا تھا ڈنگر نا، ہو تو دل میں سلواتیں سناتی وہ سامنے نظر آتے سوسائٹی گیٹ کی طرف بھاگی تھی جان میں جان آئی تھی -- کچھ دور جا کر ایسے ہی پیچھے مڑ ے اس کو دیکھنے کی کوشش کی تھی جوجیب میں ہاتھ ڈالے کچھ گنگناتاسڑک پر دور ہوتا جا رہا تھا ---

اے دل کسی کی یاد میں

ہوتا ہے بے قرار کیوں؟

جس نے بھلا دیا تجھے

اس کا ہے انتظار کیوں؟

اندھیرے میں ڈوبے کمرے میں پھیلتی سرخ روشنی کمرے میں پراسراریت پیدا کر رہی تھی ،کمرے کے وسط میں پڑے ٹیبل پر کمپیوٹر کی روشن سکرین پر ابھرتے مختلف خانے کسی گروپ کال کا عندیہ دے رہے تھے --- ٹیبل کے سامنے پرےلکڑی کے پھٹے پر چودہ سالہ وجود رسیوں سے بندھا ہوا تھا جس کے منہ میں کپڑا ٹھونسے اس کی آواز بند کی گی تھی اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا شخص سپاٹ چہرے کے ساتھ کمپیوٹر کے سپکیر سے نکلتی آوازوں کو غور سے سن رہا تھا ---- دفعتاًٍ ہاتھ میں تھامی تیز چھوری کو بچے کے سینے کی طرف بڑھایا تھا ---- چہرہ اتنا سپاٹ تھا کے کسی پتلے کا گمان ہوتا تھا --- چھوڑی کی نوک کا دباوبچھے کی شہ رگ پر دیتے آہستہ آہستہ نیچے کی طرف لاتے وہ جیسے اس سب کونجوایے کر رہا تھا -- درد سے کراہتے بچہ بری طرح تڑپ رہا تھا-- سینے سے بہتا خون لکڑی کے پھٹے کو سرخ کر گیا تھا ---

یہ سب کیا ہے ؟تم لوگ کیا کر رہے ہو اس بچے کے ساتھ ، چھوڑو اسے خاموشی میں گونجتی شہریار کی آواز دور تک پھیلی تھی --

اسے کرسی پر باندھے کمرے میں لگے شیشے کے سامنے بٹھیا گیا تھا جہاں پر وہ بآسانی سارا منظر دیکھ سکتا تھا--

یہ ایک گیم سمجھ لو ---اس کے پیچھے کھڑے سٹریچین کی جزبات سے عاری آواز ابھری تھی -کندھوں پر محسوس ہوتے اس کے بھاری ہاتھ اسے کپکپانے پر مجبور کر گیے تھے ---

یہ کیسی گھٹیا گیم ہے پلیز ڈاکٹر کو بلواو وہ مر جایے گا -- زخموں سے چور بدن نے ویسے ہی ساری ہمت نچوڑ لی تھی اوپر سے سامنے نظر آتا منظر اس تکلیف سے دو چار کر گیا تھا--- کمرے میں موجود شخص اب کمپیوٹر سے نکلتی مختلف لوگوں کی ہدایت پر عمل کر تا کوی کٹھ پتلی لگ رہا تھا ---ہاتھوں کو بچے کے پیٹ میں گھسایے خون میں لپٹی کوی چیز باہر نکالی تھی

کوں ہو تم لوگ خوف سے انکھیں میچتے اس کا جسم پسینے سے شرابور ہوا تھا ----

موت--- اپنے داییں طرف سے آتی آواز پر دل کی ڈھرکن سست پڑتی محسوس ہوی تھی --- انکھوں کی سطح بھیگنے لگی تھی -----

پلیز جانے دو میں کسی کو کچھ نہیں بتاوں گا میرے پاس ایسا کچھ بھی نہیں ہے جو تم لوگو ں کو دے سکوں ---

ششششششش مجھے شور سے سخت نفرت ھے ---شہریار کے ہونٹوں پر انگلی رکھے وہ کچھ جھکا تھا اندھیرے میں ڈوبے وجود کی بس انکھیں ہی واضح ہوی تھیں ---کالی سیاہ انکھوں میں ناچتی خاموشی---

اور جہاں تک بات ہے جانے کی یہ میرا پلے گراونڈ ہے بچے--- یہاں آتے لوگ اپنی مرضی سے ہوں گے پر میری اجازت کے بغیر ان کی لاش بھی باہر نہیں جا سکتی -----ٹھنڈا بے جان لہجہ بات کرتے وہ شیشے کے سامنے جا کر رکا تھا --- جہاں لکڑی کے تخت پر لیٹا وجود یقینِ آخری سانسیں لے رہا تھا -----

اور تمہیں کرنا کچھ خاص نہیں ہے ہمارے یہ جو لوگ نظر آ رہے ہیں صرف انہیں اینٹرٹین کرنا ہے --- سامنے نظر آتے منظر کی طرف اشارہ کیے وہ سنجدگی سے بولا تھا---

سمپل سے گیم ہے جتنا لوگ تم سے خوش ہوں گے اتنے تم ہمارے خاص بنتے جاو گے----

میں میں کچھ نہیں کروں گا اسس گناہ میں حصے دار تو بلکل بھی نہیں پھر چاہیے تم مجھے موت کے گھاٹ ہی کیو ں نا اتار دو---- تکلیف سے نڈھال ہوتے وہ بامشکل بات مکمل کر پایا تھا

کرو گے تو تم ہی پھر چاہیے مرضی سے کرو یا ہم اپنے طریقے سے کرواییں اس کھیل کےاگلے کھلاڑی تم ہو گے باقی رہی موت وہ تو آیے گی کب یہ سوال وقت پر چھوڑ دو --- کیوں کے سٹریچین اپنا کام مُردوں سے بھی کروا لیتا ھے ---کمرے میں گونجتی سٹرچین کی آواز شہریار کو سن کر گیی تھی بے بسی کی آخری حدوں کو چھوتے وہ ندھال سا سر گرا گیا تھا -- خوابوں کو پورا کرنے کے چکر میں وہ کس دلدل میں قید ہو گیا تھا--- ایسی قید جس سے رہای موت کی صورت ملنی تھی --- موت بھی وہ جس

کو پانے کے لیے پل سراط سے گزرنا پڑتا--- کمرے میں پھیلتی عجیب سی خوشبو دل بوجھل کر رہی تھی --- کیا زیادہ مشکل تھا موت یا موت سے بھی بتر زندگی ؟

سایے دیوار کے اوپر سے گزر جاتے ہیں

اتنی خاموشی سے ہم رات کو گھر جاتے ہیں

ہم تھکے ہارے تیرے پاس پہنچتے ہیں جب

کر یقین گود میں سر رکھتے ہی مر جاتے ہیں

ایسی وحشت ہے میرے کمرے میں کیا بتلاوں

سانس لیتا ہوں تو دروازے بھی ڈر جاتے ہیں

پورا دن سڑکوں پر خوار ہوتے ناچاہنے کے باوجود گھر کی طرف مڑنا پڑا تھا۔ صبح اورہان اور صفون سے ملنے کے بعد ہر چیز سے بے زار ہوتے وہ گاڑی کو بے مقصد سڑکوں پر گھماتا رہا تھا --- اس وقت اندھیرے میں ڈوبے گھر کے گیٹ کے سامنے کار کھڑی کیے وہ کتنی دیر سے دروازے کو گھور رہا تھا --- خیالات کی رو کچھ اور طویل ہوتی کے چوکیدار نے دونوں گیٹ کھول دیے تھے --- گہری سانس لیتے گاڑی کو پورچ میں کھڑا کیے باہر نکلا تھا کے کانوں میں گونجتی غلام علی کی آواز نے قدم روکے تھے ---

چمکتے چاند کو ٹوٹا ہوا تارا بنا ڈالا
میری آوارگی نے مجھ کو آوارہ بنا ڈالا
چمکتے چاند کو ٹوٹا ہوا تارا بنا ڈالا

بڑا دلکش، بڑا رنگین ہے یہ شہر، کہتے ہیں
یہاں پر ہیں ہزاروں گھر، گھروں میں لوگ رہتے ہیں

مجھے اِس شہر نے گلیوں کا بنجارا بنا ڈالا
چمکتے چاند کو ٹوٹا ہوا تارا بنا ڈالا

حید ر ابراہیم تلخی سے مسکرایا تھا پورچ پر بنی سڑھیوں پر بیٹھتے پلر کے ساتھ سرٹکایے وہ سامنے بنے سرونٹ کواٹر پر نظریں جمایے ہوے تھا جہاں سے آتی مدھم غزل کی آواز فضا میں پھیلتی بھلی لگ رہی تھی -- صفا کا خُلا کے لیے ضد کرنا---- اورہان صفوان سے ملاقات ---- صفوان کی باتیں ---- کسی فلم کی طرح انکھوں کے سامنے چلنے لگی تھی ---

میرے مالک، میرا دل کیوں تڑپتا ہے، سلگتا ہے
تیری مرضی، تیری مرضی پہ کس کا زور چلتا ہے

کسی کو گل، کسی کو تُو نے انگارہ بنا ڈالا
چمکتے چاند کو ٹوٹا ہوا تارا بنا ڈالا

یہی آغاز تھا میرا، یہی انجام ہونا تھا
مجھے برباد ہونا تھا، مجھے ناکام ہونا تھا

دل میں اٹھتی تکلیف ختم ہونے کی بجایے بڑھتی جا رہی تھی --- انکھوں میں ہوتی جلن پر زور سے انکھیں مچیں تھیں اور یاد کے جھرونکے ایک بار پھر اسے ماضی میں قید کر گیے تھے ---

بھای جلدی کریں نا پھر میرے بھی لگانی ہے ؟ اوپن کیچن سے آتی عنایہ کی آواز پر حیدر کے ماتھے پر شکن نمودار ہوی تھیں ۔۔وہ جو بڑے دھیان سے صفا کے ہاتھ پر جھکا مہندی کی کون سے نقش ونگار بنا رہا تھا سر اٹھایے خفگی سے عنایہ کو دیکھا تھا

تم دونوں نے کیا مجھے روبوٹ سمجھا ہوا ہے جو پکچر ڈالتے ساتھ ہی ہاتھوں پر چھاپ دے گا۔۔

ہاں تو بچپن سے تم لگا رہے ہو ابھی تک تو تمھے ماسٹر ہو جانا چاہیے تھا۔جواب عنایہ کی بجایے صفا کی طرف سے آیا تھا ۔

اور یہاں یہ حال ہے کے جانب پچھلے دو گھنٹے سے ایک ہاتھ پر ہی چپکے ہوے ہیں ۔ہاتھ کو آنکھوں کے قریب کیے باریک بینی سے مشاہدہ کیا تھا بولتے ایک نظر لاونج میں دادا کے ساتھ کھیلتے ایک سالہ کیان پر بھی ڈالی تھی

ہاں تو اتنے مسایل ہیں تم دونوں کو تو سیکھ لو میں بھی کوی مرا تھوڑی جا رہا ہوں لگانے کے لیے ۔۔ کون کو ٹیبل پر پھینکتے غصے سے کہتے بہن اور بیوی کو گھوڑا تھا

ایسے کیسے سیکھ لیں ہم ---بھابھی تو مزاق کر رہی تھیں اپ سے بہتر مہندی کوی لگا سکتا ہے دنیا میں --- تیزی سے حیدر کی طرف بڑھتے اس کے کندھوں پر دباو ڈالے خوشامدی لہجے میں کہتے صفا کو آنکھ ماری تھی

ہاں ٹھیک ہے بہت اچھی مہندی لگای ھے تم نے براۓ مہربانی اسے مکمل کرو مجھے صبح کے لیے کپڑے بھی پریس کرنے ہیں --- احسان کرتے اپنا دوسرا ہاتھ اس کے آگے کیا تھا جسے بھر پور سنجدگی سے تھاما گیا تھا ۔۔ویسے عنایہ تمہارے لیے تو مسلہ ہو جایے گا ---

صفا نے حیدر کے کندھے سے جھانکتے عنایہ کو مخاطب کیا تھا۔ وہ جو بڑے غور سے صفا کے ہاتھ پر لگے ڈزاین کو دیکھ رہی تھی سوالیہ نظروں سے صفا کو دیکھا تھا ---

پہلا مسلہ ---صفا نے شہادت کی انگلی عنایہ کے سامنے لہرای ---- صفوان کو مہندی لگانی نہیں آتی ---

تمہارا بھای ہے ہی نکمہ کچھ کرنا آتا بھی ہے اسے پتہ نہیں میں نے کیا سوچتے اس کو اپنی بہن کے لیے ہاں کہی تھی --- ہاتھ سے سر اٹھایے بڑی سنجدگی سے صفوان کی شان میں بیان دیا تھا ---

تم سے تو بہتر ہی ہے منہ کم چلاو اور ہاتھ زیادہ ---- حیدر کے پاوں پر پوری قوت سے اپنا پاوں مارتے اسے انکھیں دکھای تھیں ---ان کی لڑای سے لطف اندوز ہوتی عنایہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی تھی ---تم نے اب میرا پاوں کو چھیرہ تو میں مہندی لگانا چھوڑ دوں گا لے کر گھومنا پورے فنکشن پر ادھے ڈزاین والا ہاتھ --- منہ پھلاتے صفا کو دھمکی دی تھی جس کی گھوری پر چارونا چار دوبارہ ہاتھ تھامے مہندی کی نوک اس کے ہاتھ پر چلانا شروع کی تھی -- ہاےےے کمر ٹوٹ گیی تھی اوپر سے یہ دو عورتیں کس منحوس گھڑی میں اس نے مہندی لگانا سیکھ لی تھی ---

ہاں میں کہاں تھیں حیدر سے بھرپور لڑتے دوبارہ عنایہ کو مخطاب کیا تھا --

وہ آپ کہ رہی تھیں انہیں مہندی لگانا نہیں آتا ہلکی آواز میں کہتے صفوان کے زکر پر چہرہ سرخ ہو تھا

انہیں کیا ہوتا ہے نام لواس کا -------

ہاں نام لو اس کمینے کا اتنی عزت کے قابل نہیں ہے وہ صفا کا جملہ مکمل کیا تھا ---صفا صبر کے گھونٹ پیتے بس گھور ہی سکی تھی کام نا ہوتا تو بتاتی اس بدتمیز کو --

ہاں تو ایک تو اسے مہندی لگانی نہیں آتی سلسلہ کلام دوبارہ شروع کرتے پوری طرح عنایہ کی طرف گھومی تھی --

اور زیادہ بری بات یہ ہے کہ اسے مہندی نہیں پسند --- افسوس سے کہتے صفا نے عنایہ کا گلنار ہوتا چہرہ دیکھتے دل میں نظر اتاری تھی --

کس خوشی میں نہیں پسند میری بہن کو پسند ہے تو لگایے گی صفا کو گھورتے عنایہ کو متوجہ کیا تمہں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے بھای ہے تمہارا بتانا مجھے اگر تمہے کسی چیز سے روکا اس نے تو --- بل ڈالے وہ عنایہ کو حوصلہ دیا تھا --

تم پوری پھپھے کٹنی بن جاو --- اس سے پہلے صفا پھر اس کی ٹانگ پر کچھ مارتی وہ تیزی سے پیچھے ہوا تھا ---

ہاں تو بنو گا--- میری بہن کا معمالہ ہے --- تمہے نا عورت ہونا چاہیے تھا صفا کی بات پر عنایہ کا بلند ہوتا قہقہ ، صفا اور حیدر کی لڑای کی آوازیں فضا میں تحلیل ہوتی مدہم ہوتی جا رہی تھیں --

حیدر --حیدر--- ابراہیم صاحب حیدر کا کندھا جھنجھوڑتے اسے حال میں واپس لایے تھے -

حیدر نے چاروں جانب دیکھتے انکھیں مچیں تھیں ---چہرے پر ہاتھ پھیرے ماضی کی قید سے اپنے آپ کو آزاد کرنے کی کوشش کی تھی --

یہاں کیوں بیٹھے ہو ؟ واپس کب آیے اس کے ساتھ بیٹھتے تشویس سے پوچھا ----

پتا نہیں کب آیا تھا دادا--- گھر کے اندر جاتے وحشت ہو رہی تھی یہاں ہی بیٹھ گیا --

وحشتیں انسانوں کے اندر ہوتیں ہیں حیدر یہ تو مٹی سے بنے مکان ہیں ان سے کیا خوف کھانا ، ہم اپنےاندر چھپی عزیتوں کے زہر ان مکانوں میں بھر دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کے یہ مکان ہمیں تکلیف دیتے ہیں --- بھاری آواز میں بولتے انہوں نے حیدر کی طرف دیکھا --

ہاں آپ نے صیح کہا ہے دادا میرے اندر بہت زہر ہے اتنا کے میں اپنے اردگرد کے لوگوں کو اس زہر سے ما ر رہا ہوں -- ازیت سے کہتے اس کی آواز بھاری ہو رہی تھی ---گلے میں کچھ اٹک رہا تھا انکھوں کے سامنے بار بار آتی دھند ---وہ شخص سراپہ ازیت تھا

کیا ہوا ہے ؟ کیوں پریشان ہو ؟

کچھ ہونا رہتا ہے دادا--- وہ ازیت سے مسکرایا تھا ---- صفا خُلا کے لیے بضد ہے ---- اورہان اور صفوان ملے تھے آج ---

دادا ایک دم چونکے تھے ----- حیدر کی حالت کی وجہ سمجھ آی تھی

آپ کو پتہ ہے دنیا میں سب سے زیادہ کون نقصان میں رہتا ہے ؟ وہ بھاری لہجے میں کہتا ابراہیم صاحب کو ازیت میں مبتلا کر رہا تھا

وہ انسان جو صرف سنتا ہے ، دوسروں کو لگتا ہے کے سننے والے کے پاس کوی دکھ کوی تکلیف نہیں ہے تو وہ اپنے اندر کا زہر اس کے اندر انڈلیتے رہتے ہیں یہ سوچے بغیر کے سننے والے کی بھی تو

کوی کہانی ہو گی ،وہ بھی تو کسی قیامت سے گزرا ہو گا ،اس کو بھی تو چھوڑ جانے والوں کا دکھ ہو گا--پر جو بولنا جانتے ہوں دادا وہ سننے کی ہمت نہیں رکھتے --انہیں بس بولنا ہے --

کوی مجھے کیوں نہیں سنتا دادا-- آنسوں پلکوں سے گرتے اس کی بے بسی عیا ں کر گیے تھے -- گلے میں پڑتی انسوں کی گرہ

تم نے سنانے کی کوشش ہی نہیں کی حیدر -- جب بولنے والا نا سنے تو اس سے اونچی آواز میں بولو کے تمہاری آواز اس کے کانوں تک پہنچے --- تم سناو گے تو سب سنیں گے حیدر رشتوں کو برقرار رکھنا ہو تو بولنا پڑے گا حیدر ----

جن کی باتیں تکلیف دیتی ہوں --- جن سے بات کرنے پر دل تڑپے ---جن کے چھوڑ جانے کا خوف رگوں میں ڈوڑتا ہو تو سمجھو ان سے گلے کرنا ضروری ہے ، انہی کو حالِ دل سنانا لازم ہے ---

اور اگر وہ نا سنیں ؟ دل کا خوف زبان پر آیا تھا

میرا یقین ہے حیدر کے جب لمبا عرصہ ساتھ گزارہ ہو تو دلوں میں اتنی گنجایش تو باقی بچتی ہے کے آپ کی تکلیف کی روداد سننے کے لیے کچھ لمحے ٹھرا جایے --

حیدر کے چوڑے کندھوں کے گرد ہاتھ پھلایے اسے تسلی دی تھی ---

ان سب کو لگتا ہے میں نے اپنے فیم کے لیے عنایہ اور کیان کی پرواہ نہیں کی --- صفا کہتی ہے ان کا خون میرے ہاتھ پر ہے آپ کو بھی ایسا لگتا ہے دادا---اپنے ہاتھوں کو دیکھتے کسی گہری سوچ میں ڈوبے پوچھا وہ کوی معصوم بچہ لگا تھا --

ابراہیم صاحب نے گہری سانس لی تھی ----ہم کیا ہیں حیدر گوشت پوست کے انسان اور بس --ہمارا حال ،مستقبل ،ماضی لکھ دیا گیا --- تب جب ہمارا وجود بھی نہیں تھا --- تب سب کچھ ایک کاغذ میں قید کر دیا گیا تھا جسے کوی نہیں بدل سکتا --- یہ سب ایسے نا ہوتا تو ان کی موت کی وجہ کچھ اور بن جاتی ان کا ساتھ اتنا ہی تھا -- آہستہ ٹھر کے بولتے وہ حیدر کو پر سکون کرنے کی کوشش کر رہے تھے جو ان کے کندھے پر سر رکھے انکھیں موندھے ایک بار پھر ماضی میں قید ہوا تھا---- دور اب بھی کہیں غزل کی آتی اواز فضا میں گونجتی اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر گی تھی ----

مجھے تقدیر نے تقدیر کا مارا بنا ڈالا
چمکتے چاند کو ٹوٹا ہوا تارا بنا ڈالا
میری آوارگی نے مجھ کو آوارہ بنا ڈالا

اوزگل کہاں ہے جب سے آفس سے آیا ہوں نظر نہیں آ رہی ہے؟ میر آفان نے سالن کا ڈونگا قریب کرتے اپنی دایں جانب موجود خالی کرسی پر نظر ڈالی تھی جو اوزگل کے لیے مختص تھی اس کی غیر موجودگی میں بھی کوی اس کی کرسی پر بیٹھنے کی ہمت نہیں کرتا تھا -- وہ جگہ اوزگل کی تھی ----

پتا نہیں کیا ہوا ہے دس بار بلایا ہے کہتی ہے ہسپتال میں کھا لیا تھا بھوک نہیں ہے -- ماتھے پر تیوری چڑھایے وہ اوزگل سے سخت نالاں تھی --

بھوک کیوں نہیں ہے میں بلاتا ہوں --

بیٹھے رہیں کوی ضرورت نہیں ہے جب لگے گی کھا لے گی سخت پریشان کیا ہوا ہے آپ کی اولاد نے ۔۔ میر آفان کو اٹھتے دیکھ وہ تپے لہجے میں بولتی ان کی پلیٹ میں روٹی رکھتے مسلسل بول رہی تھی ۔۔۔ میر آفان نے ایک نظر بیٹوں پر ڈالی تھی عالیار کا پھولا منہ دیکھ عالیان کی طرف دیکھا تھا جو مسکراہٹ چھپانے کو پلیٹ پر جھکا ہوا تھا۔۔

تم ہی بتا دو یار آج ٹیبل پر پانی پت کی جنگ کیوں سٹارٹ ہے ۔۔۔ مدد طلب نظروں سے عالیان کو دیکھا تھا۔۔

آپا نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا ہے۔۔۔عالیار صاحب کو دوستوں کے ساتھ فارم ہاوس پر نائیٹ اوٹ کےلیے جانا ہے پر اما نے صاف انکار کر دیا ہے ۔۔نیوز رپوٹر کی طرح حالات سے آگاہ کرتے پانی کا گلاس منہ سے لگایا تھا کن انکھیوں سے بھای کو دیکھا تھا جس کا منہ کچھ اور پھولا تھا ۔۔

میر آفان نے سمجھتے سر ہلایا ۔۔۔اما صیح کہ رہی ہیں عالیار تم دوستو کے ساتھ کالج میں یا باہر مل لیتے ہو یہ رات باہر گزارنا مناسب نہیں ہے ۔۔۔وہ بھی فارم ہاوس پر

فارم ہاوس بھی وہ جو مری میں ہے ۔۔۔ نوالہ منہ میں ڈالتے عالیان نے لقمہ دیا تھا ۔۔۔

عالیار کے انکھیں دکھانے پر ایک دم پلیٹ پر جھکا تھا۔۔کیا انفرمیشن دی ہے

بے شک باہر ہو یا اسلام آباد میں ہو میں تو بلکل اجازت نہیں دوں گی یہ کون سا ٹریند شروع کیا ہے تم لوگو نے نایٹ اوٹ کرنی ھے ۔۔۔ مہر کا غصہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا ۔۔ آیے دن عالیار کی عجیب حرکتیں اور باتیں انہے اوازار کر رہی تھیں

کیوں اجازت نہیں دیں گی پوری دنیا جاتی ہے میرے سب دوست جا رہے ہیں ۔۔۔ آپ کسی ٹرپ پر نہیں جانے دیتے کسی کے گھر چلا جاوں تو تفتیش شروع کر دیتے ہیں ۔۔ ایسا کیا کرتا ہوں میں جو آپ لوگوں کا شق ختم نہیں ہوتا۔۔ پلیٹ پرے کھسکھساتے وہ ایک دم کھڑا ہوتا غصے سے بولا تھا

یہ کس لہجے میں تم بات کر رہے ہو ۔۔۔ اس سے پہلے مہر اس کی بدتمیزی پر ایک اد تھپڑسے نوازتی میر آفان کے ہاتھ دبانے پر صبر کے گھونٹ پیتی خاموش ہوی تھیں

آپ کو لگتا ہے اگر ہم آپ کو کسی چیز کے لیے روک رہے ہیں تو ہم شک کر رہے ہیں ۔۔ تحمل سے کہتے انہوں نے عالیار کو دیکھا تھا

ہاں آپ ہر چیز کے لیے منع کرتے ہیں ، اس دن میں دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا تو اما کا جاسوس آکر زبردستی وہاں سے لے گیا کیا سوچتے ہوں گے وہ میرے بارے میں ۔۔۔

ابا وہ سگریٹ پی رہے تھے ،اچھی ریپو نہیں ہے ان کی اس لیے دور کیا تھا ان سے عالیان تیزی سے بولتا اپنے عمل کی وضاحت دی تھی ۔۔

جانتا ہوں میں بچہ تھوڑی ہوں صیح غلط کا پتا ہے مجھے میرا باپ بننے کی کوشش نا کرو۔۔ توپوں کا رخ عالیا ر کی طرف مورے وہ چیختا مہر اور میر آفان کو تشویش میں مبتلا کر گیا تھا ۔۔ کچھ مہینوں سے اس کا چڑچڑا پن اور بے زاری تو وہ نوٹ کر رہے تھے پر آج ہوتی بدتمیزی پر وہ واقع حیران تھے ان کے بچے ایسے بدتمیز تو نا تھے ۔۔

عالیان آپ کمرے میں جایں اور عالیار اس سے پہلے میر آفان بات مکمل کرتے عالیا ر تیزی سے اپنے اور عالیان کے مشترکہ کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔ پیچھے بیٹھے افراد نے بے بسی سے اسے دیکھا تھا ۔۔

یہ جس گروپ کے ساتھ بیٹھتا ہے ابا وہ لڑکے صیح نہیں ہے ۔۔ میرے منع کرنے پر ایسے ہی روڈ ہوتا ہے ۔۔ عالیان جو کافی عرصے سے اسے یونی میں ان لڑکوں کے ساتھ بیٹھنے سے روکتا تھا بالآخر باپ کو بتانا ضروری سمجھا تھا۔۔

ہممم میں دیکھتا ہوں ابھی اس کو کچھ مت کہنا ۔۔ پر سوچ انداز میں کہتے وہ اوزگل کے کمرے کی طرف بڑھے تھے ۔۔

آپ پریشان نہ ہوں امی جانتی تو ہیں بچپن سے اپنی من پسند چیز نا ملنے پر ایسے ہی شور کرتا ہے پھر خودی ٹھیک ہو جاتا ھے ۔۔۔

ماں کے ساتھ برتن سمیٹتے ہلکے پھلکے انداز میں انہیں ریلکس کرنے کی کوشش کی تھی ۔مہر پھیکا سا مسکراتے سر ہلاتی کچن کی طرف بڑھیں تھیں ۔۔۔ دل ہر شے اچاٹ ہو گیا تھا ۔۔۔

مجھے نہیں کھانا کچھ بھی اماں کتنی بار کہوں ۔۔ بیڈ پر اوندھے لیٹے تکیے میں سے منہ نکالے بغیر دروازے پر ہوتی دستک کا جواب دیا تھا ۔۔۔

اور کیوں نہیں کھانا آپ نے کچھ ۔۔۔ میر آفان کی آواز پر فوراِ سے پہلے سیدھی ہو کر بیٹھی تھی بکھرے بالوں کو ہاتھ کی مدد سے سیٹ کرتے ،چہرے کو نارمل کرنے کی کوشش کی تھی ۔

اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھتے میر آفان نے ایک نظر اس کے روے چہرے پر ڈالے ہاتھا بڑھا کر ماتھے پر کٹے بینگز کو سیٹ کیا تھا ۔۔

کس نے میری بیٹی کا دل دکھایا ہے ۔۔۔۔ محبت سے پوچھے گیے سوال پر اوزگل نے ناک چڑھای تھی

کسی کی اتنی مجال نہیں کے اوزگل میر کا دل دکھایے ۔۔۔۔

تو پھر بھوک ہڑتال کس خوشی میں --- وہ دونوں ٹانگیں بیڈ سے نیچے لٹکایے ایک ہاتھ اوزگل کے گرد پھلایے کسی دوست کی طرح پوچھتے اوزگل کے باپ تو کہیں سے نہیں لگ رہے تھے --

آپ کو پتا ہے زِوا نے اتنی بدتمیزی کی آج --نہیں آج نہیں وہ ہمشہ کرتی ہے --- عجیب ایٹیوڈہے اس کا موڈ ہے تو سب ٹھیک ہے نہیں تو کسی بھی بات پر بھڑک جاتی ہے -- ہر ٹایم موڈ آف رہتا ہے --وہ ہاتھ ہوا میں ہلاتے اپنی بھراس نکلاتے کچھ پر سکون ہوی تھی -

اور --- میر آفان آرام سے بیٹھے بڑے غور سے اوزگل کی باتیں سن رہے تھے--

اور اور وہ عجیب ہے ابا مطلب مجھے لگتا ہے میں زبردستی   اس کے ساتھ بندھی ہوں   ساری ایفرٹز میری طرف سے ہیں -- وہ بولتے کچھ افسردہ ہوی تھی --

اور ----میر آفان نے ایک بار پھر اسے بولنے پر اکسایا تھا

اور اور بس کچھ نہیں گردن نیچے کیے وہ بیڈ سے لٹکی ٹانگوں کو ہلاتے افسردہ لگ رہی تھی --

جانتی ہو دوستی وہ واحد رشتہ ہے اوزگل جس کو ہم خود چنتے ہیں --- اور جب اپنی مرضی سے   چیزیں چن لی جایں تو اس کو اون کرنا بھی سیکھتے ہیں ---اوزگل کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولتے کہتے جا رہے تھے --

تم نے یہ کیوں سوچ لیا ایفرٹزصرف تمہاری طرف سے ہیں کوی رشتہ یک طرفہ کوشش سے نہیں چلتا ہے اوز---

پر وہ ایسے ہی پریٹیند (ظاہر) کرتی ہے ابا جیسے اسے میرے ہونے نا ہونے سے فرق نا پڑتا ہو---

کیا صبح سے اس نے آپ کو کالز نہیں کی ،یا ہسپتال میں بات کرنے کی کوشش نہیں کی ---اوز گل کی بات کاٹتی انہوں نے تحمل سے پوچھا تھا --

اوزگل ایک دم چپ ہوی تھی صبح سے اس کی آتی کالز اور میسیجز اور ہاں ہسپتا ل میں بھی تو وہ معذرت کرنے آی تھی --

اسے خاموش دیکھے وہ ہلکا سا مسکرایے تھے --

جس نے چھوڑنا ہو نا اوزگل تو وہ ایک معمولی بات کو بھی انا کا مسلہ بنا کر چھوڑ دیتا ہے ، ساتھ نبھانے والے ہزار خامیوں کے باوجود بھی آخری سانس تک دامن نہیں چھوڑتے ---دوستی وہ واحد شے ہونی چاہیے جسے   انا،عزتِ نفس،اور   نفرتوں سے پاک رکھنا چاہیے --- اس رشتے کو بھی ہم اپنی اناوں کے نظر کر دیں گے تو خالی ہاتھ رہ جاییں گے---

اس کے دونوں ہاتھوں کو تھامتے محبت سے اس کی طرف دیکھا تھا۔۔

ہم کسی کو جج کرنے سے پہلے یہ سوچ لیں کے اس کے رویے کے پیچھے یقیناً کوی وجہ ہو گی،کوی بات اسے تکلیف دے رہی ہو گی تو بہت سے رشتے ٹوٹنے سے بچ جاییں گے ---

کچھ سمجھ آی کے گزر گیا سب --- دو انگلیوں کو اس کے ماتھے پر دستک کے انداز میں مارتے پوچھا

لگی ہے سمجھ یار آپ کی بیٹی بہت عقل مند ہے -- ان کے بازوں کے گرد اپنے بازو لپٹتے سر ان کے کندھے پر ٹکا یا تھا

ہاں میں جانتا ہوں بہت عقل مند ہے میری بیٹی --- پر میری جان ایسے خفا نہ ہوا کرو --اس کے بالوں پر بوسہ دیتے چہرہ اس کے سر پر ٹکایا تھا انکھیں سامنے دیوار پر مرکوز تھیں --

مجھے لگتا ہے کے جب میری اوزگل ناراض ہوتی ہے تو میرا گھر اداس ہو جاتا ہے -- بیٹیاں روٹھ جاییں تو گھرو ں سے برکتیں اٹھ جا تی ہیں اوز--

اداسی سے بولتے وہ اوزگل کو سر اٹھا کر دیکھنے پر مجبور کر گیے تھے --

ایسی باتیں آپ تب کرتے ہیں جب پریشان ہوں بتایں کیا ہوا ہے -- مشکوک نظروں سے انہیں دیکھتے انکھیں چھوٹی کی تھیں --

کچھ نہیں ہوا رات بہت ہو گی ہے کچھ کھا کر سونا --- بیڈسے اٹھتے اوزگل کے بالوں پر بوسہ دیتے وہ کمرے سے باہر گیے تھے --پیچھے بیٹھی اوزگل نے بیڈ پر گرنے کے انداز میں لیٹتیے موبایل کی سکریں روشن کی تھی --زِوا پر بات کر کے احسان بھی تو کرنا تھا ----------------------------------

ایک یہ ڈر کے کوی زخم نہ دیکھے میرے،

ایک یہ خواہش کہ کوی دیکھنے والا ہوتا،

اندھیرے میں ڈوبے کمرے میں مسلسل بجتی موبایل ٹون خاموشی میں خلل ڈال رہی تھی پر بیڈ پر لیٹا وجود میں کوی جنبش نہیں ہو ی تھی -- فون کرنے والا بھی مستقل مزاجی سے سانس لیے بغیر لگتار ٖون کرتا جا رہا تھا ---

دفعتاً کمبل سے نکلتا ہاتھ سایڈ ٹیبل پر موبایل تلاش کرتا کتنی چیزیں زمیں بوس کر چکا تھا -- بالآخر فون کو دیکھے بغیر سبز بٹن دبایے کان سے لگایا تھا --

کیا موت واجب آ گی ہے جو صبح کا انتظار نہیں کر سکتے -- نیند میں دوبی آواز میں بے زاری تھی

موت ہی واجب آ گئی ہے اورہا ن صاحب آفس پہنچوں اور اپنے ساتھیوں کو بھی لے کر آنا --- چیف کی غصے اور پریشانی میں ڈوبی آواز اورہان کو ایک دم چوکنا کر گئی تھی -- سیدھے ہوتے ہاتھ مارے سایڈ لیمپ آن کیا تھا --کمرہ روشنی میں نہاتا بیڈ پر لیٹے وجود کو انکھیں چندھیانے پر مجبور کر گیاتھا---

یار آپ کو رات دو بجے بھی سکون نہیں ہے چاچی نے گھر سے نکالا ہے تو ہمارا کیا قصور ہے صبح آجاوں گا---کروٹ بدلتے وہ بے زاری سے بولا تھا--

اورہان اگلے پندرہ منٹ مطلب پندرہ ، ہر وقت کی فضول گوی اچھی نہیں ہوتی --اسے ڈپٹتے وہ فون بند کر گیے تھے --

اورہان ماتھے پر بل ڈالے اٹھا تھا حد ہے بندہ سو بھی نہیں سکتا -- پاوں میں سلیپر پھنساتا وہ اب موبایل پر حیدر اور صفوان کو کال ملا رہا تھا----

------

ایک ساتھ ایف آی اے کے دفتر کے سامنے رکتی گاڑیاں اور اس میں سے نکلتے افراد آگے پیچھے بلندنگ میں داخل ہوے تھے --- چاروں طرف چھایا سناٹا ----ا ور ان تینوں کی سنجیدہ شکلیں ایک دوسرے کو مخاطب کیے بغیر بھاری قدم اٹھاتے لیب کی طرف بڑھے تھے -- دروازے پر کھڑ ے حشام اچغزاای کو دیکھتے ان کے قریب رکے تھے --

ایسی کون سی آفت ا گی تھی جو صبح حل نہیں ہو سکتی تھی --- جمای کو روکتے وہ چاروں جانب نظریں گھماتا چیک کر رہا تھا سب تو ٹھیک تھا تو پھر کون سی آفت آی تھی --

حشام بغیر کچھ بولے لیب کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوے تھے ان کے پیچھے داخل ہوتے تینوں کے قدم زنجیر ہوے تھے ---

سامنے سٹریچر پر لیٹے وجود ان کی انکھیں پتھرا گیے تھے -- سفید کمرے کے درمیان میں پڑے دو سٹریچرز کی چادریں خون سے سرخ تھی چودہ پندرہ سالو کے ہم عمر بچے اوران کی مسخ ہوی لاشیں انہیں بولنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا--

اورگنز نکال لیے گیے ہیں --- پوسٹ مارٹم رپوٹ ای نہیں ہے پر تشدد اور، حشام بولتے رکے تھے، مسلسل ہوتی زیادتی کے نشانات واضح ہیں ---جیسے کوی لگتار عزیت دیتا رہا ہو---

کوی اتنا ظالم کیسے ہو سکتا ہے ---بچوں کے ساتھ یہ سب --- صفوان کی بے یقینی میں ڈوبی آواز کمرے میں گونجی تھی ---

یہ ہو کب ؟حیدر کی نظریں ڈیڈ بوڈی پر چپک گی تھی اورہان قریب سے جایزہ لیتا تب سے خاموش تھا ---

بارہ بجے کے قریب گارڈ نے   راونڈ پر نکلا تھا جب آفس کے سامنے لگے جمھگتے کو دیکھا تھا -- پھر مجھے کال کی اور یہ سب میڈیا پہلے ہی جان کو آیا ہے ہر طرف خبر آگ کی طرح پھیلتی جا رہی ہے ----شناخت کے بعد ورثہ کو سنبھلانا مشکل ہو جایے گا - پریشانی سے بولتے وہ پاس پڑی کرسی پر بیٹھتے سر ہاتھوں پر گرا گیے تھے

چہرے بری طرح مسخ ہیں ڈی این اے سے شناخت ہو گی--- حیدر کی بات پر وہ بس اسے دیکھتے رہ گیے تھے وہ کیا کہہ رہے تھے اور وہ کیا بول رہا تھا ----

بس یہی ملا تھا گارڈ کو ---- صفوان اب شاک سے نکلے لاشون کو جانچتی نگاہوں سے دیکھتا حشام سے سوال کیا تھا -

جتنے پریشان وہ تھے ان تینوں کو پرسکون دیکھ دانت چبایے تھے ---

کچھ بھی بولے بغیر وہ ٹیبل سے ایک کاغز کا ٹکرا ان کی طرف بڑھاتے واپس کرسی پر بیٹھے تھے --نظریں انہی پر جمی تھی -

کاغذ کی تہیں کھولتا حیدر کچھ دیر کے لیے برف ہو ا تھا اس کے کندھوں سے جھانکتے اورہاں اور صفوان کی انکھوں میں عجیب سا تاثر ابھرا تھا -----گول دایرے میں ابھرتا اُلو کا نشان اورکاغذ کے اینڈ پر لکھی تحریر

Game starts now.

میں نے بات کی ہے کوشش کر رہا ہوں ویڈیو ہٹوانے کی پر مسلہ یہ ہے کے ساشل میڈیا پر پھیلتی جا رہی ہے--

تو ہٹانے کی کیا ضرورت ہے ---- آخر کار چپ کا روزہ توڑتا اورہان بولا تھا

میڈیا کو بولنے دیں   جو ہو رہا ہے چلتا رہنے دیں

دماغ خراب ہے تمہارا تم جانتے ہو صبح تک این جی اوز ریلیاں نکالنی شروع کر دیں گے --- ٹاک شوز --- دھرنے یہ سب آسان لگ رہ اہے تمہے --- حیدر اورہان کی بات کاٹتا غصے سے بو لا تھا

تو اچھا ہے حیدر بلکے تم صبح ایک شو کرو گے جس میں سارے اداروں کو گھسیٹو گے ---

تم کلیر بکواس کر سکتے ہو--- اورہان کو کندھے سے اپنی طرف موڑتے صفوان نے اس کی لمبی کہانی کو چھوٹا کرنے کی کوشش کی تھی

کلیر بکواس یہ ہے صفوان صاحب کے ہمارا دشمن جو بھی ہے ہم اسے نہیں جانتے پر وہ ہمیں جانتا ہے --- ہاتھ میں پکڑے کاغذ کو دیکھتے اس نے بات جاری رکھی تھی

تو کیا ہو کے ہم اسے اس بات کا یقین دلایے کے اس کے دشمن بہت کمزور ہیں

مطلب ----- حشام اور حیدر کے پوچھنے پر اس نے گہری سانس لی تھی ---- بیوقوفوں میں عقل مند ہونا بہت مشکل تھا

مطلب یہ کے وہ کھیل اب شروع کر رہا ہے جب کے ہم نے تین سال پہلے شروع کیا تھا --حیدر کی طرف اشارہ کیے کمرے میں یک دم آکسیجن کم ہی تھی

تو جو کھیل ہم نے تین سال پہلے چھوڑا تھا ہم وہاں سے شروع کریں گے ---- فرنٹ پر حیدر --- ٹارگٹ پر چیف

ہاتھ سے باری باری اشارہ کرتے کچھ لمحوں کے لیے رکا تھا

اور اصل گیم ہم کھیلں گے ----- ہاتھ پاکٹ میں پھنسایں سب کو دیکھا تھا جن کے چہروں سے کچھ اندازہ لگانا مشکل تھا

حیدر کھیل کہاں سے چھوڑا تھا تم نے -----حشام کے سوال پر وہ تلخی سے مسکرایا تھا

دشمن نے چال چل دی تھی چیف اب میری باری تھی ----حیدر کی آواز میں موجود ازیت کمرے کی دیواروں سے ٹکراتی ہوا میں معلق ہوی تھی ---- کھیل واقع شروع ہو گیا تھا --- انجام کیا تھا یہ تو وقت بتاتا ---- ماضی کی قید سے رہائ اتنی آسان تھی کیا ؟؟؟؟

جاری ہے ----